جمعرات 21 اکتوبر 2021ء | 14 ربیع الاول 1443 ہجری قمری | 21 اخاء 1400 ہجری شمسی | جلد:3 | شمارہ:250

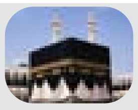

ارشاد باری تعالیٰ

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۰۸﴾

(الانبیاء:108)

ترجمہ: اور ہم نے تجھے نہیں بھیجا مگر تمام جہانوں کے لئے رحمت کے طور پر۔

لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ اَلَّا يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ ﴿۴﴾

(الشعراء: 4)

ترجمہ: شاید تو اپنی جان کو ہلاکت میں ڈالے گا کہ وہ کیوں نہیں مومن ہوتے۔

فرمان خلیفہ وقت

آنحضور ﷺ کا معجزہ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کے ان معیاروں نے صحابہ میں کیا انقلاب پیدا کیا، یہ بیان فرماتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

’’میں بڑے زور سے کہتا ہوں کہ خواہ کیسا ہی پکا دشمن ہو اور خواہ وہ عیسائی ہو یا آریہ جب وہ ان حالات کو دیکھے گا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے عرب کے تھے اور پھر اس تبدیلی پر نظر کرے گا جو آپ کی تعلیم اور تاثیر سے پیدا ہوئی تو اسے بے اختیار آپ کی حقّانیت کی شہادت دینی پڑے گی۔ موٹی سی بات ہے کہ قرآن مجید نے ان کی پہلی حالت کا تو یہ نقشہ کھینچا ہے۔‘‘ (آپ کے ماننے والے جو عرب کے لوگ تھے ان کی پہلی حالت کا تو یہ نقشہ کھینچا ہے کہ) ’’يَأْكُلُوْنَ كَمَا تَأْكُلُ الْاَنْعَامُ (محمد:13)‘‘ (یعنی اس طرح کھاتے ہیں جس طرح جانور کھاتے ہیں۔ جانوروں والی حالت ہے۔) ’’یہ تو ان کی کفر کی حالت تھی۔ پھر جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک تاثیرات نے ان میں تبدیلی پیدا کی تو ان کی یہ حالت ہوگئی يَبِيْتُوْنَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَّ قِيَامًا (الفرقان:65) یعنی وہ اپنے رب کے حضور سجدہ کرتے ہوئے اور قیام کرتے ہوئے راتیں کاٹ دیتے ہیں‘‘۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ ’’جو تبدیلی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عرب کے وحشیوں میں کی اور جس گڑھے سے نکال کر جس بلندی اور مقام تک انہیں پہنچایا اس ساری حالت کے نقشے کو دیکھنے سے بے اختیار ہو کر انسان رو پڑتا ہے کہ کیا عظیم الشان انقلاب ہے جو آپ نے کیا‘‘۔ آپ فرماتے ہیں کہ ’’دنیا کی کسی تاریخ اور کسی قوم میں اس کی نظیر نہیں مل سکتی۔ یہ نری کہانی نہیں۔ یہ واقعات ہیں جن کی سچائی کا ایک زمانہ کو اعتراف کرنا پڑا ہے‘‘۔

(ملفوظات جلد 9 صفحہ 144 تا 145۔ ایڈیشن 1984ء مطبوعہ انگلستان)

پس پہلوں سے ملنے والی آخرین کی اِس بقیہ صفحہ 5 پر

اس شمارہ میں

- غزل (منظوم)
- اسلامی اصطلاح مَا شَآءَاللّٰہ کا استعمال
- آنحضرت ﷺ کے اخلاق حسنہ و اخلاق فاضلہ
- اسلامی اصطلاحات اور علمی نکات

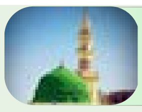

فرمان رسول ﷺ

درود شریف کا اجر

نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ

مَنْ صَلّٰى عَلَيَّ وَاحِدَةً صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ عَشْرًا

(صحیح مسلم کتاب الصلاۃ باب الصلاۃ علی النبی)

یعنی جو شخص مجھ پر ایک دفعہ درود بھیجے اللہ تعالیٰ اس پر دس دفعہ رحمت نازل کرتا ہے۔

حضرت عبد اللہ بن عمروؓ سے مروی ہے کہ جو شخص آنحضرت ﷺ پر عمدگی سے ایک دفعہ درود بھیجے گا اس پر اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے ستر بار درود بھیجیں گے۔

(جلاء الافہام بحوالہ مسند احمد بن حنبل)

حضرت سلطان القلمؑ کے رشحات قلم

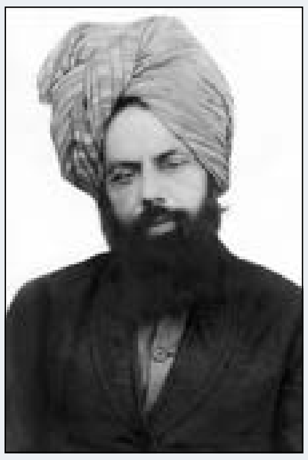

ایک عالم کا عالم مَرا ہوا اس کے آنے سے زندہ ہوگیا

حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:

’’وہ انسان جس نے اپنی ذات سے اپنی صفات سے اپنے افعال سے اپنے اعمال سے اور اپنے روحانی اور پاک قویٰ کے پُر زور دریا سے کمال تام کا نمونہ علماً و عملاً و صدقاً و ثباتاً دکھلایا اور انسان کامل کہلایا...... وہ انسان جو سب سے زیادہ کامل اور انسان کامل تھا اور کامل نبی تھا اور کامل برکتوں کے ساتھ آیا جس سے روحانی بعث اور حشر کی وجہ سے دنیا کی پہلی قیامت ظاہر ہوئی اور ایک عالم کا عالم مَرا ہوا اس کے آنے سے زندہ ہوگیا وہ مبارک نبی حضرت خاتم الانبیاء امام الاصفیاء ختم المرسلین فخر النبیین جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اے پیارے خدا! اس پیارے نبی پر وہ رحمت اور درود بھیج جو ابتداء دنیا سے تُو نے کسی پر نہ بھیجا ہو۔‘‘

(اتمام الحجہ، روحانی خزائن جلد 8 صفحہ 308)

درود شریف سے لذت، انشراح اور حیات قلب

’’درود شریف کے پڑھنے کی مفصل کیفیت پہلے لکھ چکا ہوں...... کسی تعداد کی شرط نہیں۔ اس قدر پڑھا جائے کہ کیفیتِ صلوٰۃ سے دل مملو ہو جائے۔ اور ایک انشراح اور لذت اور حیات قلب پیدا ہو جائے۔ اور اگر کسی وقت کم پیدا ہو۔ تب بھی بے دل نہیں ہونا چاہئے۔ اور کسی دوسرے وقت کا منتظر رہنا چاہیئے۔ اور انسان کو وقت صفا ہمیشہ میسر نہیں آسکتا سو جس قدر میسر آوے۔ اس کو کبریت احمر سمجھے۔ اور اس میں دل وجان سے مصروفیت اختیار کرے۔‘‘

(مکتوبات احمدیہ جلد اول صفحہ 26 قدیم ایڈیشن)

درود شریف حصول استقامت اور قبولیت دعا کا ذریعہ ہے

’’رسول اللہ ﷺ کی محبت کی ازدیاد اور تجدید کے لئے ہر نماز میں درود شریف کا پڑھنا ضروری ہوگیا۔ تا کہ اس دعا کی قبولیت کے لئے استقامت کا ایک ذریعہ ہاتھ آئے۔----- درود شریف جو حصول استقامت کا ایک زبردست ذریعہ ہے بکثرت پڑھو۔ مگر نہ رسم اور عادت کے طور پر بلکہ رسول اللہ ﷺ کے حسن اور احسان کو مدنظر رکھ کر اور آپ کے مدارج اور مراتب کی ترقی کے لئے اور آپ کی کامیابیوں کے واسطے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ قبولیت دعا کا شیریں اور لذیذ پھل تم کو ملے گا۔‘‘

(ملفوظات جلد 3 صفحہ 38 ایڈیشن 1988ء)

دربارِ خلافت

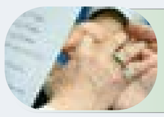

آنحضور کے عاشقِ صادق حضرت مسیح موعودؑ ہی ایمان کو ثریا سے لے کر واپس آئے

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے شرائطِ بیعت کی دسویں شرط میں اپنے سے تعلق اور محبت اور اخوت کو اُس معیار تک پہنچانا لازمی قرار دیا ہے جس کی مثال دنیا کے کسی رشتے میں نہ ملتی ہو۔ یہ مقام آپ کی بیعت میں آنے کے بعد آپ کو دینا کیوں ضروری ہے؟ اس لئے کہ آپ ہی اس زمانے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ عاشقِ صادق ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئیوں کے مطابق ایمان کو ثریا سے زمین پر لے کے آئے۔ اسلامی تعلیم میں داخل ہونے والی بدعات کو دور فرما کر اسلام کی خالص اور چمکتی ہوئی تعلیم کو پھر سے ہمارے سامنے پیش فرمایا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حقیقی مقام اور مرتبے کی پہچان ہمیں کروائی اور بندے کو خدا تعالیٰ سے ملایا۔ ایک جگہ آپ فرماتے ہیں کہ:

’’میں اپنے سچے اور کامل علم سے جانتا ہوں کہ کوئی انسان بجز پیروی اس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خدا تک نہیں پہنچ سکتا اور نہ معرفتِ کاملہ کا حصہ پا سکتا ہے۔‘‘

(حقیقۃ الوحی روحانی خزائن جلد 22 صفحہ 64-65)

پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کامل پیروی اور عشق میں فنا ہونا آپ کا خدا تعالیٰ تک پہنچنے کا اور پہنچانے کا باعث بنا۔ اور پھر خدا تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس عاشقِ صادق کو بھی اپنے تک پہنچنے کے ذریعہ میں شامل فرما کر آپ علیہ السلام سے تعلق اور محبت کو اور اخوت کے رشتے کو ضروری قرار دے دیا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ سے بھی محبت کے وہ نظارے دکھائے جس نے آخرین کو اولین سے ملا دیا۔ اللہ تعالیٰ کے اس سلوک کے بارے میں آپ ایک جگہ فرماتے ہیں کہ:

’’جب انسان سچے طور پر خدا تعالیٰ سے محبت کرتا ہے تو خدا بھی اُس سے محبت کرتا ہے۔ تب زمین پر اُس کے لئے ایک قبولیت پھیلائی جاتی ہے اور ہزاروں انسانوں کے دلوں میں ایک سچی محبت اُس کی ڈال دی جاتی ہے اور ایک قوتِ جذب اُس کو عنایت ہوتی ہے اور ایک نور اُس کو دیا جاتا ہے جو ہمیشہ اس کے ساتھ ہوتا ہے۔‘‘

(حقیقۃ الوحی روحانی خزائن جلد 22 صفحہ 65)

پس یہ مقام اس زمانے میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ملا۔ اس وقت میں آپ علیہ السلام سے سچی محبت کرنے والوں کے، آپ سے عشق کا تعلق رکھنے والوں کے کچھ واقعات پیش کروں گا۔

حضرت اللہ یار صاحبؓ روایت کرتے ہیں کہ حضور کے ساتھ میری ملاقات بہت دفعہ ہمیشہ ہوتی رہی اور مجھے شوق تھا کہ حضور کو ہاتھوں سے دبایا کرتا تھا۔ الہام اور حضور کا کلام پاک سنا کرتا تھا (یعنی مجالس میں بیٹھ کے جب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بعض الہامات وغیرہ کا ذکر فرماتے تھے تو اُن کو سنا کرتا تھا)۔ اسی شوق میں مَیں قادیان ہجرت کر کے آیا (کہ ہمیشہ یہ باتیں سنتا رہوں) تو یہاں آ کر لکڑی وغیرہ کا کام شروع کیا carpentary کا)۔ میرے پاس کافی روپیہ تھا جو کہ خرچ ہو گیا اور جو لے کے آیا تھا وہ بھی خرچ ہو گیا اور پاس کچھ نہ رہا۔ پھر کہتے ہیں میں نے ایک دن حلوہ بنا کر بیچنا شروع کیا اور حضور کے بیت الدعا کے نیچے پکارا کہ تازہ حلوہ۔ حضرت امّ المؤمنین نے میری آواز وں کو سن لیا اور جانتی بھی تھیں۔ تو کہتی ہیں یہ ٹھیکیدار نے کیا کام شروع کیا ہے؟ حضور نے فرمایا کہ ’’پروانے شمع پر گرتے ہیں اور کیا کریں؟‘‘ یہ اسی کام کے لئے یہاں آیا ہے۔ کچھ نہ کچھ تو انہوں نے گزارے کے لئے کرنا ہے۔ تو حضرت امّ المؤمنین نے فرمایا کہ ٹھیکیدار ہے۔ (شاید ان کے زمانے میں ٹھیکیداروں کے پاس گدھے تھے۔ جن سے سامان ادھر اُدھر لے جایا جاتا تھا کہ) گدھے لے کر باہر کیوں نہیں چلا جاتا؟ حضور نے فرمایا کہ وہ گدھے والا نہیں ہے۔ تو حضرت اماں جان نے فرمایا کہ کسی کی نوکری کر لے۔ حضور نے فرمایا کہ یہ اتنا پڑھا لکھا بھی نہیں ہے۔ خیر یہ گفتگو ہوتی رہی اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ یہ لکڑی کا کام ہی جانتا ہے وہی کر سکتا ہے۔ اُس میں خدا برکت دے۔ کہتے ہیں: مَیں نیچے یہ ساری باتیں سُن رہا تھا۔ اس کے بعد حضور نے مجھے بلایا کہ آپ کے پاس کچھ لکڑی ہے؟ تو مَیں نے عرض کی بیری کی ہے۔ پیپل کی ہے۔ حضور نے فرمایا کہ مہمان خانے کے لئے چارپائیوں کے پائے چاہئیں۔ کیا پائے بن جاویں گے۔ تو وہ کہتے ہیں کہ اُسی وقت ایک مختار جو حضور کا تھا، اُس نے کہا کہ پیپل کے پائے زیادہ

بقیہ صفحہ 5 پر

غزل

کہیں کسی کے لیے بات یہ عجیب نہ ہو
نجیب کیسے ہو، جو بندۂ منیب نہ ہو
ملے وہ مجھ سے مگر ساتھ میں رقیب نہ ہو
پھر اس کے بعد گھڑی ہجر کی نصیب نہ ہو
رکھے وہ دوستی مجھ سے بغیر شرطوں کے
وہ دل کی بات کرے گرچہ وہ ادیب نہ ہو
مریضِ عشق ہوں اس کا، بنے وہ چارہ گر
وہ دکھ کو دور کرے چاہے وہ طبیب نہ ہو
وطن سے دور ہو مجبوریوں کے باعث جو
امیر ہو یا نہ ہو، دل کا وہ غریب نہ ہو
سفر میں جائے تو ہوہمسفر خیالوں میں
ذرا بھی دل سے مرے دور وہ حبیب نہ ہو
سکھائے علم جو حکمت سے اور محبّت سے
زبان شیریں ہو، گو وہ بڑا خطیب نہ ہو
بھروسا کس پہ کریں سب ہیں اپنی دُھن میں مگن
یہاں ہمارا اگر کوئی بھی حسیب نہ ہو
دعائیں ہوتی ہیں کیسے قبول پھر ساری
کبھی یہ ہو نہیں سکتا خدا مجیب نہ ہو
ہے تیری زیست کا مقصد ہی اور کیا طارق
ترا حبیب ترے دل کے جو قریب نہ ہو

ڈاکٹر طارق انور باجوہ۔ لندن

اداریہ

اسلامی اصطلاح مَا شَآءَ اللّٰہُ کا استعمال

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم سورۃ الکھف آیت 33 تا 45 میں دو اشخاص کا ایک قصہ بیان کیا ہے کہ ان میں ایک اپنے اُس باغ کا ذکر کرتا ہے جو کھجوروں سے لدا ہوا تھا۔ اس کے درمیان میں نہر بہتی تھی جس سے وہ اپنے باغ کو پانی دیتا تھا اور ہر سال پھل حاصل کرتا تھا۔ مگر وہ اس ساری دولت پر اتراتا ہوا دوسرے شخص سے کہتا ہے کہ میں تو کبھی یہ خیال نہیں کر سکتا کہ یہ میرا باغ برباد ہو گا اور میں قیامت پر بھی یقین نہیں کرتا کہ میں کبھی اپنے رب کی طرف لوٹایا جاؤں گا۔

دوسرے شخص نے یہ تمام گفتگو سن کر (پہلے شخص سے) کہا کہ تو اُس ذات کا انکاری ہے جس نے تمہیں مٹی اور نطفہ سے پیدا کیا اور پھر ٹھیک ٹھاک چلنے والا بنایا۔ جب تم اپنے باغ (جو خدا کی دَین (gift) ہے) میں داخل ہوئے تو تُو نے مَا شَآءَ اللّٰہُ لَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ کیوں نہ کہا کہ وہی ہو گا جو اللہ نے چاہا اور یہ کہ اللہ کے سوا کسی کو کوئی قوت حاصل نہیں۔ اگر تُو مجھے مال اور اولاد کے اعتبار سے اپنے سے کم تر دیکھ رہا ہے۔ بعید نہیں کہ میرا رب مجھے تیرے باغ سے بڑھ کر عطا کر دے اور تیرے باغ پر آسمان سے بطور محاسبہ کوئی عذاب اُتار دے اور وہ چٹیل بنجر زمین میں بدل دے۔ پھر ایسا ہی ہوا کہ باغ اُجڑ گیا اور وہ کہہ اُٹھا۔ اے کاش! میں کسی کو اپنے رب کا شریک نہ ٹھہراتا۔

قرآن کریم میں بیان فرمودہ اس مثال اور دیگر متعدد احادیث سے یہ سبق ملتا ہے کہ اپنے میں کوئی خوبی، نیکی، بڑائی اور دنیوی لحاظ سے کسی نعمت اور مال و دولت پا کر ''مَا شَآءَ اللّٰہُ'' کے الفاظ کہنے چاہئیں ایسا کرنے سے اللہ مزید دیتا ہے۔ ہم نے ایشیائی ممالک میں اکثر دیکھا ہے کہ خوبصورت کوٹھی کی پیشانی پر یا کار کی پُشت پر مَا شَآءَ اللّٰہُ لکھا ہوتا ہے۔ جو راہ گزر اس کوٹھی کے پاس سے گزرتا ہے مَا شَآءَ اللّٰہُ کہہ کر مالک مکان کو دُعا دے جاتا ہے یا گاڑی پر مَا شَآءَ اللّٰہُ دیکھ اور پڑھ کر کار کے لئے مالک کے لئے دُعا ہو جاتی ہے۔

اس میں یہ بھی سبق ہے کہ کسی میں کوئی نیکی اور بھلائی یا دنیوی لحاظ سے کوئی نعمت دیکھ کر حسد کرنے کی بجائے رشک کرتے ہوئے دعائیہ کلمات ''مَا شَآءَ اللّٰہُ'' کہنے چاہئیں اور اس نیکی، خوبی یا اس نعمت کے لئے دُعا بھی کرنی چاہئے۔

انسان کو ہر وقت اللہ تعالیٰ پر توکل کرنا چاہئے۔ اس کی طرف جھکنا چاہئے۔ اس کی طرف سے ملنے والی نعمتوں کا شکر ادا کرنا چاہئے۔ لیکن بعض لوگ اپنے مال و منال و دولت پر گھمنڈ شروع کر دیتے ہیں۔ تکبر سے کام لیتے ہیں۔ جس کا انجام بہت بھیانک بلکہ جہنم ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو زمین پر اکڑ کر، اترا کر چلنے سے منع فرمایا ہے۔ آنحضور ﷺ نے فرمایا۔ جس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر بھی تکبر ہو گا وہ جنت میں داخل نہیں ہو گا۔

(مسلم کتاب الایمان)

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ کبر، غرور اور گھمنڈ کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ اسی تسلسل میں خود نمائی، خود بینی بھی آتی ہے۔ جو اللہ اور اس کے رسول کو پسند نہیں۔ بلکہ کسی مبالغہ آمیز طریق پر تعریف کرنا بھی منع ہے جو ہمارے معاشرہ کا حصہ ہے۔ ہم اپنے Boss کو خوش کرنے کے لئے اس کی ایسی ایسی باتوں کی تعریف کر جاتے ہیں جو بالعموم اس کے اندر نہیں ہوتیں۔ ایک دفعہ ایک شخص نے آنحضرت ﷺ کے سامنے کسی شخص کی مبالغہ آمیز حد تک تعریف کی تو حضورؐ نے فرمایا تم نے اس کو ہلاک کر دیا اور ایک روایت میں ہے کہ فرمایا تم نے اس کی گردن ہی کاٹ ڈالی۔ اس قسم کی مدح سے آپ نے منع فرمایا کہ جس سے ممدوح کے اندر عُجب اور خود بینی کے جراثیم جنم لیتے ہیں۔ پس انسان کو اپنے اندر نیکی کو اپنی کوشش کا نتیجہ نہیں سمجھنا چاہئے بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کرنا چاہئے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے خدا نے جو دیا ہے اس پر اِتراؤ مت۔

(الحدید)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے مندرجہ بالا سورۃ الکھف کی آیات کی تفسیر میں اس مثال میں موجود دوسرے شخص کو مسلمان قرار دیتے ہوئے تحریر فرمایا ہے:

''مسلمان کے دل میں پھر بھی ہمدردی ہے وہ اسے کہتا ہے کہ کیوں تونے باغ میں داخل ہوتے ہوئے یہ نہ کہا کہ سب قوت اللہ تعالیٰ کو ہی ہے اور اپنے آپ کو طاقتور سمجھا''

(تفسیر کبیر جلد چہارم صفحہ 453)

اسلامی اصطلاح مَا شَآءَ اللّٰہُ کا استعمال

اسلامی اصطلاحات میں سے ایک ''اِنْ شَآءَ اللّٰہُ'' کے الفاظ ہیں۔ جو آئندہ کوئی کام کرنے سے قبل کہنے کا حکم ہے کہ اگر اللہ نے چاہا یا اگر اللہ کو جو منظور ہوا تو یہ کام انجام پائے گا۔

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں سورۃ الکھف 24-25 میں مومنوں سے یوں مخاطب ہوا ہے۔

وَلَا تَقُوۡلَنَّ لِشَایۡءٍ اِنِّیۡ فَاعِلٌ ذٰلِکَ غَدًا ﴿۲۴﴾ اِلَّاۤ اَنۡ یَّشَآءَ اللّٰہُ ۫ وَاذۡکُرۡ رَّبَّکَ اِذَا نَسِیۡتَ وَقُلۡ عَسٰۤی اَنۡ یَّہۡدِیَنِ رَبِّیۡ لِاَقۡرَبَ مِنۡ ہٰذَا رَشَدًا ﴿۲۵﴾

(الکھف: 24-25)

اور ہر گز کسی چیز سے متعلق یہ نہ کہا کر کہ میں کل اسے ضرور کروں گا۔ سوائے اس کے کہ اللہ چاہے۔ اور جب تُو بھول جائے تو اپنے ربّ کو یاد کیا کر اور کہہ دے کہ بعید نہیں کہ میرا ربّ اس سے زیادہ درست بات کی طرف میری راہنمائی کر دے۔

ان آیات کی تشریح میں حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

اِلَّاۤ اَنۡ یَّشَآءَ اللّٰہُ: جہاں کہیں خدا تعالیٰ کی عظمت و جبروت کا خیال نہ ہو۔ نتیجہ اچھا نہیں ہوتا۔ سب سے پہلی مثال حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کی ہے۔ جنہوں نے اِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوۡنَ (یوسف: 13) اِنَّا لَہٗ لَنٰصِحُوۡنَ (یوسف: 12) اِنَّا لَفٰعِلُوۡنَ (یوسف: 62) وغیرہ الفاظ کے ساتھ دعویٰ کیا۔ مگر نہیں وفا نہ ہوا۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان 10 مارچ 1910ء)

اس سے بڑھ کر دُکھ کی کہانی ایک ہے۔ حضرت داؤد اور حضرت سلیمان علیہما الصلوٰۃ و السلام کے نام سے عام مسلمان واقف ہیں۔ مگر سلیمان علیہ السلام کے بیٹے کے نام کی وہ شہرت نہیں جو باپ دادا کی ہے۔ اور پوتے کا نام قریباً معدوم ہے۔ حدیث میں اس راز کا ذکر ہے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے ایک دفعہ کہا تھا کہ میری بیویاں بہت ہیں۔ ان سے بڑی اولاد اور عظیم الشان لوگ پیدا ہوں گے۔ اس دعویٰ کے ساتھ اِنْ شَآءَ اللّٰہُ نہ کہا۔ نتیجہ خراب ہوا۔ معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ بھی اپنی ہجرت کے ارادے کو ظاہر کرنا چاہتے تھے۔ تب اللہ تعالیٰ نے کہا کہ اِنْ شَآءَ اللّٰہُ کہہ لو۔

(حقائق الفرقان جلد سوم صفحہ 10-11)

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں مختلف مقامات پر ان الفاظ کا استعمال انبیاء علیہم السلام اور ان کی اقوام کی طرف کیا ہے جیسے سورۃ البقرہ آیت 71 میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم نے کہا کہ وَاِنَّاۤ اِنۡ شَآءَ اللّٰہُ لَمُہۡتَدُوۡنَ اور ہم یقیناً اِن شَآءَ اللّٰہُ ضرور ہدایت پانے والے ہیں۔ سورۃ یوسف آیت 100 میں حضرت یوسف علیہ السلام کی طرف سے اِنۡ شَآءَ اللّٰہُ اٰمِنِیۡنَ اور سورۃ الکھف آیت 70 حضرت موسیٰ علیہ السلام کا سَتَجِدُنِیۡۤ اِنۡ شَآءَ اللّٰہُ صَابِرًا اور سورۃ القصص آیت 28 میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے خسر نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو مخاطب ہو کر فرمایا سَتَجِدُنِیۡۤ اِنۡ شَآءَ اللّٰہُ مِنَ الصّٰلِحِیۡنَ۔

احادیث سے بھی ثابت ہے کہ آنحضرت ﷺ اور صحابہ رسول بھی اِنْ شَآءَ اللّٰہُ لکھتے، بولتے اور پڑھتے تھے۔

ترمذی کی روایت ہے کہ اَنَّ رَسُوۡلَ اللّٰہِ قَالَ مَنۡ حَلَفَ عَلٰی الۡیَمِیۡنِ فَقَالَ اِنۡ شَآءَ اللّٰہُ فَلَا حِنۡثَ عَلَیۡہِ

(ترمذی، حدیث 1451)

کہ جو قسم کھا کر حلف لے تو وہ اِنْ شَآءَ اللّٰہِ کہے۔ اس پر کوئی گناہ نہیں۔

پھر آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

ہر نبی کسی اہم امر کی طرف دعوت دیتا ہے میں چاہتا ہوں کہ اِنْ شَآءَ اللّٰہُ ایسی دعوت کی طرف امت کو بلاؤں جو قیامت کے روز میری امت کے لئے شفاعت کا موجب ہو۔

(صحیح مسلم، حدیث 295)

اور ایک حدیث کے مطابق آنحضرت ﷺ نے کسی سے مخاطب ہو کر فرمایا سَاَفۡعَلُ اِنۡ شَآءَ اللّٰہُ۔

(صحیح بخاری، حدیث 407)

کہ اگر اللہ نے چاہا میں ایسا ضرور کروں گا۔

سو یہ مقدس کلمہ اس وقت بولا جاتا ہے جب کوئی آئندہ آنے والے وقت میں کام کرنے کا کوئی منصوبہ بنا رہا ہو تو وہ اِنْ شَآءَ اللّٰہُ کہہ کر اس کام کے بابرکت ہونے کے لئے دُعا کرے۔ انسان ہر حالت میں کمزور ناتواں اور dependent ہے۔ اسے ہرگز اپنے وجود پر انحصار نہیں کرنا چاہئے بلکہ خدائے عزوجل کی طرف منسوب کر کے اُسی سے مدد طلب کرنی چاہئے۔ بلکہ قرآن کریم میں یہاں تک ہدایت ملتی ہے کہ اگر اِنْ شَآءَ اللّٰہُ کہنا بھول جائے تو یاد آنے پر کہہ لیا کرو۔

(الکھف: 25)

اس قرآنی حکم کی اتباع اور سیدنا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی سنت اور تعلیم کی پیروی میں اس مبارک اسلامی اصطلاح کو رواج دینا اور بولتے، گفتگو کرتے یا لکھتے وقت اگر مستقبل کے حوالہ سے کسی کام کا ذکر کرنا ہو تو ''اِنْ شَآءَ اللّٰہُ'' کا لفظ استعمال کرنا چاہئے۔ احادیث میں آتا ہے کہ قرآن کریم کا ایک حرف بولنے اور پڑھنے سے 10 نیکیاں لکھی جاتی ہیں اور 10 بُرائیاں مٹائی جاتی ہیں تو ''اِنْ شَآءَ اللّٰہُ'' میں 9 حروف استعمال ہوئے ہیں اس قول نبوی کے مطابق ''اِنْ شَآءَ اللّٰہُ'' کہنے سے 90 نیکیاں لکھی جاتی ہیں اور 90 بدیاں دور ہوتی ہیں اور بدیاں مٹائی جانی بھی دراصل نیکی ہی ہیں یوں 180 نیکیاں انسان کما سکتا ہے۔

اِنْ شَآءَ اللّٰہُ بولتے وقت تو درست طریق پر بولا جاتا ہے لیکن لکھتے وقت غلط العام طریق رواج پا گیا ہے یعنی لوگ ''انشاءاللّٰہ'' لکھ دیتے ہیں۔ جو غلط ہے۔ قرآن کریم میں اور احادیث میں ہمیشہ اِنْ شَآءَ اللّٰہُ ہی لکھا گیا ہے۔ یعنی الف، نون الگ اور شین، الف، اور ء الگ سے۔ جس طرح آنحضور ﷺ نے لکھا ہے اُسی طریق پر لکھنا چاہئے۔

(ابو سعید)

مولانا سید شمشاد احمد ناصر۔ مبلغ سلسلہ امریکہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق حسنہ و اخلاق فاضلہ

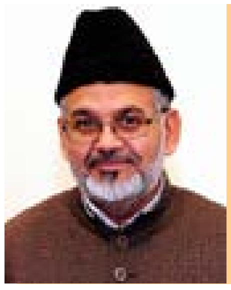

کسی نے کیا خوب کہا ہے:

حسنِ یوسف دمِ عیسیٰ یدِ بیضا داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

عبداللہ بن سلام یہودیوں کے بہت بڑے عالم تھے اور یہودی ان کا بہت احترام کرتے تھے، انہوں نے جب پہلی بار سیدنا محمد عربی ؐ کو دیکھا تو بے اختیار پکار اٹھے:

’’خدا کی قسم یہ چہرہ جھوٹے کا نہیں ہوسکتا‘‘۔

چنانچہ آپ رسول اللہؐ کا چہرہ دیکھ کر مسلمان ہو گئے اور انہی سے رسول اللہ کی یہ حدیث بھی مروی ہے جس میں رسول خداؐ نے فرمایا:

’’اے لوگو! سلام کو رواج دو، ضرورت مند کو کھانا کھلاؤ اور صلہ رحمی کرو اور اس وقت نماز پڑھو جب لوگ سوئے ہوئے ہوں۔ اگر تم ایسا کرو گے تو سلامتی کے ساتھ جنت میں داخل ہو جاؤ گے۔‘‘

(ترمذی، ابواب صفۃ القیامۃ بحوالہ حدیقۃ الصالحین حدیث نمبر 493)

رسول کریمؐ نے اپنی بعثت کا مقصد ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے:

بُعِثْتُ لِاُتَمِّمَ مَکَارِمَ الْاَخْلَاقِ کہ میں بہترین اخلاق کی تکمیل کے لئے معبوث کیا گیا ہوں۔ بلاشک وشبہ آنحضرتؐ نے مکارم اخلاق کے بہترین نمونے قائم کئے اور ہر خلق کو اس کے معراج تک پہنچایا یہی وجہ تھی کہ خدائے رب عزوجل نے بھی قرآن کریم میں آپ کے اخلاق کی اس رنگ میں گواہی دی:

وَاِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیۡمٍ

(القلم:5)

اے نبی! یقیناً آپ عظیم الشان اخلاق فاضلہ پر قائم ہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

’’اخلاقی حالت ایک ایسی کرامت ہے جس پر کوئی انگلی نہیں رکھ سکتا اور یہی وجہ ہے کہ ہمارے رسول اللہؐ کو سب سے بڑا اور قوی اعجاز اخلاق ہی کا دیا گیا۔ جیسے فرمایا اِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیۡمٍ۔ یوں تو آنحضرتؐ کے ہر ایک قسم کے خوارق قوت ثبوت میں جملہ انبیاء علیہم السلام کے معجزات سے بجائے خود بڑھے ہوئے ہیں مگر آپ کے اخلاقی اعجاز کا نمبر اُن سب سے اول ہے جس کی نظیر دنیا کی تاریخ نہیں بتلا سکتی اور نہ پیش کر سکے گی‘‘

(ملفوظات جلد نمبر 1 صفحہ 141)

جس طرح مائیکل ہارٹ نے اپنی مشہور کتاب A Ranking Of The Most Influential Persons Of History NY 1987 میں مصنف لکھتا ہے کہ دنیا کی مؤثر ترین شخصیات کی فہرست میں پہلے نمبر پر محمدؐ کا انتخاب کرنے پر غالباً کچھ لوگ حیران ہوں گے اور ...... لیکن تاریخ انسانی میں آپ وہ تنہا شخصیت تھے جو مابہ الامتیاز مذہبی اور دنیوی سطح پر کامیاب رہے تھے۔

فاضل مصنف نے اربوں انسانوں کو جو اَب تک زمین پر پیدا ہو چکے ہیں ان میں سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے مؤثر ترین انسان قرار دیا جس نے تاریخ انسانی میں زیادہ اور دیرپا اثر چھوڑا ہے۔ ایسا اثر جس نے لوگوں کی زندگیوں کو خاص رنگ میں رنگین کیا اور دنیا کو بھی ایک خاص رنگ میں ڈھال دیا۔

(ترجمہ از انگریزی مترجم محمد زکریا ورک آف کینیڈا) (اسوہ کامل صفحہ 828)

آپ کے اخلاق فاضلہ کو احاطہ تحریر میں لانا اور ان کو شمار کرنا مجھ گنہگار کے بس کی بات نہیں اور میرے خیال میں کسی کے بھی بس کی بات نہیں۔ تاہم وقت کی مناسبت سے میں چند ضروری امور بیان کرنے پر اکتفا کروں گا۔

اللہ تعالیٰ سے محبت

سب سے اول آپ کی اللہ تعالیٰ سے محبت اس کی عبادت، نماز سے محبت اور ذکر الٰہی اور دعاؤں کی اہمیت ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ محبت کا یہ عالم تھا کہ کفار مکہ بھی پکار اٹھے:

عَشِقَ مُحَمَّدٌ رَبَّہٗ۔

خدا تعالیٰ کے ساتھ یہی وہ محبت تھی، یہی وہ عشق تھا کہ عین جوانی میں غارِ حرا میں جا کر آپ دن رات اسکی عبادت میں مصروف رہتے۔

نماز آپ کی روح کی غذا تھی، اگرچہ امت کی سہولت کی خاطر آپ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ جب کھانا لگ جائے تو پہلے کھانا کھالو مگر اپنا یہ حال ہے کہ جب ایک دفعہ کھانا کھا رہے تھے تو حضرت بلالؓ نے آواز دی کہ ’’نماز کا وقت ہو گیا ہے‘‘ اگلے ہی لمحہ آپ نے کھانا چھوڑ دیا اور سیدھے نماز کے لئے تشریف لے گئے۔

(ابوداؤد، کتاب الطہارۃ بحوالہ اسوہ انسان کامل صفحہ 57)

جنگ کی ہنگامی حالت میں بھی نماز کی حفاظت کا خاص خیال رکھتے تھے۔ غزوہ بدر میں آپ اپنے خیمہ میں سربسجود خدا کے حضور رو رو کر دعائیں کر رہے تھے کہ اے خدا اگر یہ عبادت گزار تباہ ہو گئے تو کون تیری عبادت کرے گا۔ دراصل آپ نے نماز اور نمازیوں کی حفاظت کے لئے ہی دعا فرمائی اور یہ جنگ دعاؤں کے ذریعہ ہی جیتی گئی۔

نماز سے ایسی محبت کا عالم تھا کہ جس بیماری سے آپ فوت ہوئے ہیں اس سے تھوڑا سا پہلے جب بیماری سے افاقہ ہوا تو اسی کمزوری کی حالت میں دو صحابہ کے کندھوں پر ہاتھ رکھ کر اور سہارا لے کر مسجد میں نماز کے لئے پہنچے، اور حالت یہ تھی کہ کمزوری سے پاؤں زمین پر گھسٹتے جا رہے تھے۔ دنیا میں آپ کی آخری خوشی بھی نماز ہی تھی جس دن آپ کی وفات ہوئی ہے اس دن فجر کی نماز کے وقت اپنے حجرے کا پردہ اٹھا کر دیکھا تو صحابہ عبادت میں مشغول تھے۔ اپنے غلاموں کو نماز میں دیکھ کر آپ کا دل خوشی سے بھر گیا اور چہرے پر مسکراہٹ چھاگئی۔

(بخاری، کتاب الاذان بحوالہ اسوہ کامل صفحہ 60)

ایک دفعہ حضرت عائشہؓ کے ہاں آپ کی باری تھی۔ اور یہ باری نویں دن آتی تھی، موسم سرما کی رات تھی بستر پر لیٹ جانے کے بعد حضرت عائشہ سے فرماتے ہیں کہ عائشہ!

’’اگر اجازت دو تو آج رات میں اپنے رب کی عبادت میں گذار دوں۔ وہ بخوشی اجازت دیتی ہیں اور آپ ساری رات عبادت میں روتے روتے سجدہ گاہ تر کر دیتے ہیں۔‘‘

(انسان کامل، صفحہ 69)

آپ نے اپنی آخری بیماری اور وفات کے وقت جو کچھ مسلمانوں کو وصیت فرمائی تھی وہ یہ تھی:

اَلصَّلٰوۃُ اَلصَّلٰوۃُ........

اے لوگو! اے مسلمانو! نماز کی حفاظت کا خاص خیال رکھنا۔

پھر اسی وجہ سے آپ نے مسلمانوں کو نماز کی ترغیب دیتے ہوئے فرمایا کہ نماز باجماعت کا 27 گناہ زیادہ ثواب ہے اور فرمایا:

قُرَّۃُ عَیْنِیْ فِی الصَّلٰوۃِ

یعنی میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے۔

قبولیت دعا

جہاں آپ کو عبادت کا شغف تھا۔ وہاں مسلمانوں کو بھی آپ نے اس بات کی ترغیب دلائی کہ خدا تعالیٰ سے دعائیں کریں۔ خواہ وہ دینی امر سے متعلق ہوں یا دنیوی امر سے اس کا تعلق ہو۔ ہر حال میں خدا تعالیٰ سے مدد مانگنا اس کے در پر جھکنا اور اس سے تعلق جوڑنا ہے۔

آپ نے فرمایا کہ جو شخص یہ چاہتا ہے کہ خدا تعالیٰ تنگی کے وقت اس کی دعائیں سنے اسے چاہئے کہ حالت آرام میں بھی دعائیں کرے۔ آپ نے مسلمانوں کو ہر موقع کی دعائیں سکھائیں۔ اور ذکر الٰہی کے لئے آداب اور طریق سکھائے۔

آپ کی قبولیت دعا کے صرف دو واقعات ہی بیان کرسکوں گا۔

حضرت ابو ہریرہؓ کی والدہ مشرکہ تھیں۔ اور حضرت ابوہریرہؓ اپنی والدہ کو بار بار اسلام کی تبلیغ کرتے تھے لیکن ان کی والدہ نہ صرف انکار کرتیں بلکہ رسول خدا کو بھی لعن طعن کرتیں۔ ایک دفعہ آپ اپنی والدہ کو تبلیغ کر کے اسلام کا پیغام پہنچا رہے تھے تو ان کی والدہ نے رسول خدا کو گالیاں دینا شروع کیں اور آپ کی شان میں بہت بدزبانی کی۔ جس سے حضرت ابوہریرہؓ کا دل چھلنی ہو گیا آپ روتے روتے حضورؐ کی خدمت اقدس میں پہنچے اور اپنی والدہ کے لئے دعا کی درخواست کی۔ آنحضرتؐ نے اسی وقت آپ کی والدہ کے لئے دعا کی اور فرمایا کہ گھر جاؤ!

چنانچہ آپ گھر آئے تو دروازہ بند تھا۔ آپ نے کھٹکھٹایا تو والدہ نے جواب دیا کہ انتظار کرو۔ تھوڑی دیر کے بعد والدہ نے دروازہ کھولا تو بتایا کہ میں غسل کر رہی تھی، میں پاک صاف ہو رہی تھی تا کہ اسلام قبول کروں اور اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ پڑھ کر مسلمان ہو گئیں۔ یہ آنحضرتؐ

کی دعا کا نتیجہ تھا۔

دوسرا واقعہ حضرت عمرؓ کی قبولیت اسلام کا ہے۔ حضرت عمر بھی قریش کے سرداروں میں سے بڑے بارعب اور پر اثر شخصیت تھے۔ جب آنحضرتؐ نے اپنی نبوت کا اعلان فرمایا تو حضرت عمرؓ ان لوگوں میں سے تھے جو حضورؐ اور آپ کے صحابہ کو تکالیف پہنچاتے تھے۔ اور جن غلاموں نے اسلام قبول کر لیا تھا انہیں بھی بڑی سخت قسم کی ایذائیں دیتے تھے۔ ان کے قبول اسلام کا واقعہ یہ ہے کہ ایک دن گھر سے تلوار لیکر نکلے کہ میں آج محمدؐ کو قتل کر دوں گا۔ راستہ میں کسی نے دیکھ لیا تو پوچھا عمر کدھر کا ارادہ ہے؟ عمر نے بتایا کہ میں محمد سے تنگ آچکا ہوں انہیں قتل کرنے جا رہا ہوں۔ چنانچہ اس شخص نے کہا کہ پہلے تم اپنے گھر کی خبر تو لو تمہاری بہن اور بہنوئی دونوں اسلام اختیار کر چکے ہیں۔ چنانچہ آپ سیدھے بہن کے گھر آئے اور دروازہ ہی میں سے تلاوت قرآن ان کے گھر سن لی۔ اندر گئے تو بہن سے پوچھا کہ کیا ہو رہا تھا۔ اور ساتھ ہی بہن اور بہنوئی کو مارنا شروع کر دیا۔ بہن نے بڑے زور دار الفاظ میں کہا عمر ہمیں قتل کرنا چاہتے ہو تو کر لو بخدا اسلام اور محمد رسول اللہ ﷺ کی محبت جو دل میں گڑھ چکی ہے وہ اب نکلنے والی نہیں۔

بس بہن کے ان الفاظ نے جادو کا سا اثر کیا اور کہنے لگے کہ مجھے بھی قرآن سناؤ۔ بس پھر کیا تھا وہاں سے سیدھے آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور جب رسول خدا نے پوچھا عمر کیسے آنا ہوا؟ حضرت عمر نے جواب دیا اسلام لانے کے لئے۔ فضا اس وقت اَللّٰہُ اَکْبَرُ کے نعروں سے گونج اٹھی۔ وہاں ایک موجود صحابی نے کہا خدا کی قسم! میں نے کل ہی آنحضرتؐ کو دعا کرتے سنا آپ خدا کے حضور عرض کر رہے تھے کہ اے اللہ دو عمروں میں سے ایک دے دے۔ دو عمر سے مراد عمر بن ہشام جو ابوجہل کے نام سے مشہور ہے اور دوسرے عمر بن خطاب جنہوں نے اسلام قبول کیا۔ فَالْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِكَ

آنحضرت ﷺ کی دعاؤں کی تاثیر

وہ جو عرب کے بیابانی ملک میں ایک عجیب ماجرہ گزرا کہ لاکھوں مردے تھوڑے دنوں میں زندہ ہو گئے، اور پشتوں کے بگڑے ہوئے الٰہی رنگ پکڑ گئے۔ اور آنکھوں کے اندھے بینا ہو گئے۔ اور گونگوں کی زبان پر الٰہی معارف جاری ہوئے۔ اور دنیا میں ایک دفعہ ایسا انقلاب پیدا ہوا کہ نہ پہلے اس سے کسی آنکھ نے دیکھا اور نہ کسی کان نے سنا۔ کچھ جانتے ہو وہ کیا تھا۔ وہ ایک فانی فی اللہ کی اندھیری راتوں کی دعائیں ہی تھیں جنہوں نے دنیا میں شور مچا دیا۔ اور وہ عجائب باتیں دکھلائیں کہ جو اس اُمّی بیکس سے محالات کی طرح نظر آتی تھیں۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ بِعَدَدِ هَمِّهٖ وَغَمِّهٖ وَحُزْنِهٖ لِهٰذِهِ الْاُمَّةِ وَاَنْزِلْ عَلَيْهِ اَنْوَارَ رَحْمَتِكَ اِلَى الْاَبَدِ ......

(برکات الدعا صفحہ 5)

دعاؤں میں آپ اپنے دشمنوں کو بھی یاد کرتے۔ ان کے لئے بھی ہمیشہ دعا کرتے۔ پتھر مارنے والوں، راستے میں کانٹے بچھانے والوں، آپ کے ساتھ بائیکاٹ کرنے والوں، لعن طعن کرنے والوں، کھانا پینا بند کر دینے والوں، قتل کے منصوبے کرنے والوں کے لئے یہ دعا کی:

اے اللہ ان لوگوں کو معاف کر دے یہ نہیں جانتے کہ یہ کیا کر رہے ہیں۔

کسی نے آپ سے کہا کہ اپنے دشمنوں کے لئے بد دعا کریں۔ فرمایا: میں لعنت کرنے کے لئے نہیں بھیجا گیا بلکہ رحمت بنا کر بھیجا گیا ہوں۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِ مُحَمَّدٍ وَّ بَارِكْ وَسَلِّمْ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ ۔

بقیہ: فرمان خلیفۂ وقت...... از صفحہ 1

جماعت کے افراد کا بھی فرض بنتا ہے کہ اس اُسوہ کی پیروی کرتے ہوئے جیسے صحابہ نے عبادتوں کے معیار بلند کئے ہم بھی اپنی عبادتوں کے معیار بلند کریں اور صرف دنیا داری میں ہی نہ ڈوبے رہیں۔ ذیلی تنظیمیں اور جماعتی نظام یہ رپورٹ دیتے ہیں کہ ہمارے اتنے فیصد نماز پڑھنے والے ہو گئے۔ چالیس فیصد۔ پچاس فیصد۔ ساٹھ فیصد۔ ہم تو جب تک سو فیصد عابد پیدا نہ کر لیں ہمیں چین سے نہیں بیٹھنا چاہئے اور صرف نظام نہیں بلکہ ہر شخص کو خود جائزہ لینا چاہئے کہ میں کس حالت میں ہوں۔

(خطبہ جمعہ یکم دسمبر 2017ء بحوالہ الاسلام ویب سائٹ)

بقیہ: دربارِ خلافت...... از صفحہ 2

دیر نہیں چلتے۔ حضور نے فرمایا کہ جس کے لئے بنواتے ہیں وہ خود پیپل پیدا کرنے والا ہے۔ اس نے بیکار پیدا نہیں کیا اور مجھے بیس جوڑی کا حکم دیا۔ (یعنی کسی کارکن نے کہا کہ نہ بنوائیں۔ آپ نے فرمایا نہیں۔ جو ہے بنا دو۔ یعنی دونوں طرف سے یہ تعلق قائم تھا۔) (ماخوذ از رجسٹر روایات صحابہؓ غیر مطبوعہ جلد 5 صفحہ 52-53 روایت حضرت اللہ یار صاحبؓ)

پھر حضرت ملک خان صاحبؓ روایت کرتے ہیں کہ میں 1902ء میں حضرت صاحبزادہ عبداللطیف صاحب مرحوم رضی اللہ عنہ کے ہمراہ قادیان دارالامان میں آیا۔ یہ مجھے یاد نہیں پڑتا کہ جب ہم آئے، اُسی دن بیعت کی یا دوسرے دن۔ ہاں یہ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ ظہر کی نماز کے بعد ہم بیعت کے لئے پیش ہوئے۔ حضرت شہید مرحوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سب سے پہلے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہاتھ میں ہاتھ دیئے اور پھر دوسرے نمبر پر خاکسار نے ہاتھ رکھے۔ بیعت کرنے کے بعد اس خاکسار نے غالباً دو تین یوم قادیان دارالامان میں گزارے ہوں گے کہ شہید مرحوم نے مجھے فرمایا کہ مَیں نے رؤیا دیکھی ہے کہ آپ کو خوست کے حاکم تکلیف دیں گے۔ اس لئے تم فوراً واپس چلے جاؤ۔ چنانچہ میں دو تین یوم بعد واپس چلا گیا۔ میرے ساتھ ایک مُلّا بیین گل صاحب بھی واپس چلے گئے۔ شہید مرحوم ہمیشہ فرمایا کرتے تھے (حضرت صاحبزادہ عبداللطیف صاحب شہید کا یہ واقعہ ہے جو آپ سے عشق کا یہ بیان فرما رہے ہیں کہتے ہیں کہ فرمایا کرتے تھے) مَیں نے اپنے سے زیادہ عالم نہیں دیکھا۔ یہ محض خداوند تعالیٰ کا فضل ہے۔ یعنی صاحبزادہ صاحب اپنے آپ کو فرماتے ہیں کہ مَیں نے اپنے سے بڑا اس وقت تک کوئی عالم نہیں دیکھا اور نہ میں اُس کے پاؤں چومتا۔ چنانچہ کہتے ہیں جب یہاں آئے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیعت کی تو کہتے ہیں۔ مَیں نے اپنی آنکھوں سے شہید مرحوم کو دیکھا کہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاؤں مبارک چومے۔ اس طرح جو فرمایا تھا اُس کی تصدیق فرمائی۔)

(رجسٹر روایات صحابہؓ غیر مطبوعہ جلد 5 صفحہ 82 روایت حضرت ملک خان صاحبؓ)

(خطبہ جمعہ 11 مئی 2012ء بحوالہ الاسلام ویب سائٹ)

آج کی دعا

رَبَّنَاۤ اَخۡرِجۡنَا مِنۡ هٰذِهِ الۡقَرۡيَةِ الظَّالِمِ اَهۡلُهَا ۚ وَاجۡعَلۡ لَّنَا مِنۡ لَّدُنۡكَ وَلِيًّا ۚۙ وَّاجۡعَلۡ لَّنَا مِنۡ لَّدُنۡكَ نَصِيۡرًا ﴿۷۶﴾

(النسآء:76)

ترجمہ: اے ہمارے ربّ! تو ہمیں اس بستی سے نکال جس کے رہنے والے ظالم ہیں اور ہمارے لئے اپنی جناب سے کوئی سرپرست بنا دے اور ہمارے لئے اپنی جناب سے کوئی مددگار مقرر کر۔

رَّبِّ اَدۡخِلۡنِیۡ مُدۡخَلَ صِدۡقٍ وَّاَخۡرِجۡنِیۡ مُخۡرَجَ صِدۡقٍ وَّاجۡعَلۡ لِّیۡ مِنۡ لَّدُنۡكَ سُلۡطٰنًا نَّصِيۡرًا ﴿۸۱﴾

(بنی اسرائیل:81)

ترجمہ: اے میرے ربّ! مجھے اس طرح داخل کر کہ میرا داخل ہونا سچائی کے ساتھ ہو اور مجھے اس طرح نکال کہ میرا نکلنا سچائی کے ساتھ ہو اور اپنی جناب سے میرے لئے طاقتور مددگار عطا کر۔

یہ قرآن مجید کی ہجرت کرنے کی دعائیں ہیں۔

مرسلہ: مریم رحمٰن

ابن سدید

اسلامی اصطلاحات اور علمی نکات

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ کی پُرمعارف تحریرات کی روشنی میں

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کا علم کلام بہت سی کتب، درس القرآن، مکتوبات اور متفرق تحریرات و ارشادات وغیرہ میں پھیلا ہوا ہے۔ اسلامی اصطلاحات کے حوالے سے اس عظیم اور ضخیم علمی خزانے میں سے گوہرہائے نایاب کی دریافت کے لئے جب مطالعہ کا آغاز کیا تو اسلامی اصطلاحات کے ساتھ ساتھ بہت سے نادر و بیش قیمت علمی نکات پر بھی نظر پڑتی چلی گئی۔ اس لئے اسلامی اصطلاحات کے ساتھ ساتھ ان کو بھی اس مضمون میں شامل کیا گیا ہے تا کہ ہمارے قارئین کرام اپنے علم میں اضافہ کرنے کے ساتھ ساتھ اپنے ذہن کو جلا بھی بخشیں اور حظ اٹھائیں۔

اَلْحَمْد شریف

حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ اپنے ایک مکتوب میں فرماتے ہیں:

’’آپ اَلْحَمْد شریف بکثرت پڑھیں اور درود شریف کو بہت پڑھا کریں۔ اور پھر قرآن شریف کو بغرض عملد رآمد پڑھا کریں اور دعا مانگنے کی عادت ڈالیں۔ دعاؤں میں اَلْحَمْد شریف بے نظیر دعا ہے۔‘‘

(ارشادات نور جلد اول صفحہ 8)

ایک پبلک تقریر میں سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:

’’یہ چند آیات جو میں نے پڑھی ہیں۔ یہ قرآن کریم کے ابتداء میں لکھی ہیں۔ غالباً ہر ایک مسلمان یا یوں کہو کہ ہر ایک مسلمان جو کبھی نماز پڑھتا ہو ان کو یاد رکھتا ہے۔۔۔اس سورۃ میں اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ۔ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ کی دعا واقعہ ہوئی ہے اور اس سورۃ پر غور اور تدبر کرنے سے مجھے ایک اور ایک دو کی طرح۔۔۔کامل یقین ہے کہ اسی آیت نے دنیا پر احسان عام کرنا چاہا ہے۔ یہ آیت ایک مسلمان کو نوع انسان کے تمام راستبازوں اور برگزیدوں کی اتباع کی تعلیم دیتی ہے۔‘‘

(خطابات نور صفحہ 481-482)

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ کے معنیٰ

’’ہر عمل صالح کی تکمیل کے دو پہلو ہیں جب تک وہ دونوں پہلو پورے نہ ہوں کچھ نہیں ہوتا بلکہ اگر کوئی ایک پہلو رہ جاوے تو وہ عمل فاسق ہو جاتا ہے۔ ایک ان میں سے اخلاص ہے یعنی اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہو۔ دوسرے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طرز عمل کے موافق ہو جو ثواب کہلاتا ہے یہی معنے ہیں لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ کے۔ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اخلاص کی تعلیم دیتا ہے اور مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ صواب کے۔‘‘

(ارشادات نور جلد اول صفحہ 142-143)

’’میری یہ آخری وصیت ہے کہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کے ساتھ دعا کا ہتھیار تیز کرو۔‘‘

(خطابات نور صفحہ 403)

’’دنیا نے درختوں کو، پانی کو، سورج و چاند کو، جانوروں کو، پتھروں اور آدمیوں کو معبود بنایا لیکن اسلام نے لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہہ کر تمام شرکوں کی جڑ کاٹ دی کہ ان چیزوں میں سے کوئی چیز بھی پرستش کے لائق نہیں ہے۔‘‘

(خطابات نور صفحہ 561)

’’حضرت مسیح کو بھی خدا کا بیٹا بنایا گیا ہے حالانکہ حضرت مسیح نے کہا بھی تھا کہ مجھے اچھا نہ کہو بلکہ اچھا ایک ہی ہے جس کو خدا کہتے ہیں۔ اس لئے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نکتہ تجویز فرمایا کہ ایسا نہ ہو کہ مجھے بھی ان کی ہی طرح بنایا جاوے تو لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کے ساتھ اپنا عبد اور رسول ہونا بھی رکھ دیا اور اسی امر کو مدنظر رکھا اور اس کی وجہ یہی ہے کہ توحید یعنی لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کے ساتھ محمد رسول اللہ رکھا تا کہ توحید ہمیشہ مدنظر رہے اور کسی زمانہ میں مجھے خدا نہ بنایا جاوے۔‘‘

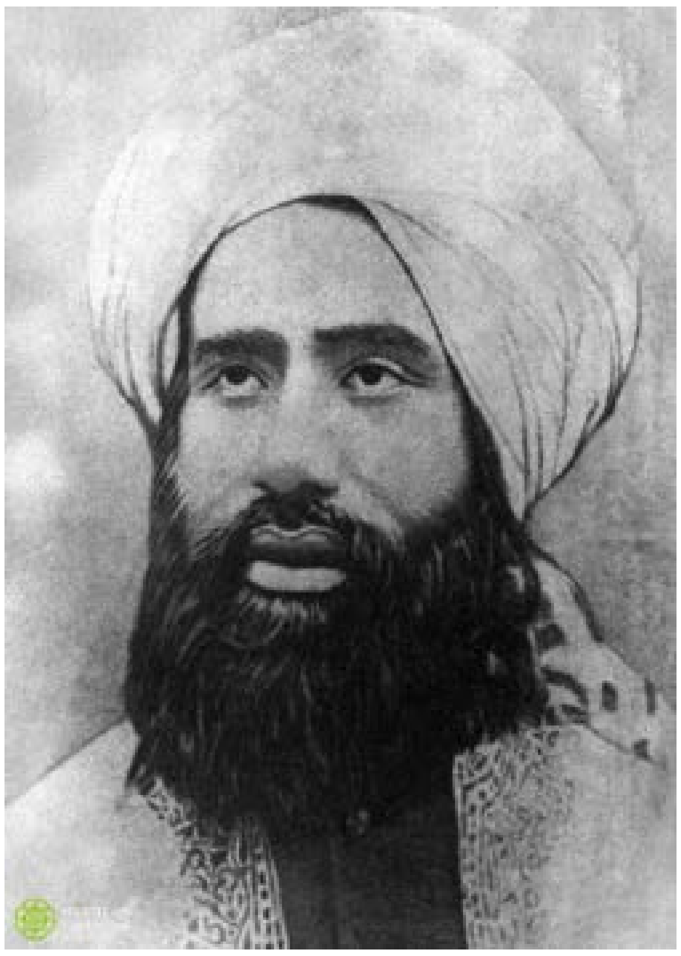

(خطابات نور صفحہ 562)

’’اس کلمہ کے تین عظیم الشان فائدے ہیں۔ جب انسان منہ سے بولتا ہے تو مسلمان کہلاتا ہے۔ وہ معاملات جو ہم مسلمانوں سے کر سکتے ہیں اس شخص سے کرتے ہیں جس کی زبان سے لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ سنتے ہیں۔ اسلام ایک عجیب نعمت ہے۔ اسلام کے معنے اصل میں صلح کے ہیں اور آشتی کے اور نیک نمونے کے سِلم اور سَلم دونوں لفظ صلح کو چاہتے ہیں۔‘‘

(خطابات نور صفحہ 394)

استغفار

’’حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ قول مجھے بہت ہی پیارا معلوم ہوتا ہے کہ آسمان سے دو امان نازل ہوئے تھے ایک تو ان میں سے اٹھ گیا یعنی رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کا وجود باجود مگر دوسری امان قیامت تک باقی ہے اور وہ استغفار ہے۔ مَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ (الانفال: 34) پس استغفار کرتے رہا کرو کہ پچھلی برائیوں کے بد نتائج سے بچے رہو اور آئندہ بدیوں کے ارتکاب سے۔‘‘

(ارشادات نور صفحہ 69)

درود شریف کے پڑھنے کے فائدے

’’درود شریف کے پڑھنے سے مومن کو چار فائدے حاصل ہوسکتے ہیں۔

1۔ خدا تعالیٰ کی عظمت اور جلال کا نقشہ آنکھوں کے سامنے آجائے گا کیونکہ وہ ایک ایسی بلند شان والی قادر اور توانا ہستی ہے کہ سب کے سب انبیاء رسول اور دیگر اولو العزم ہر وقت اس کے محتاج ہیں۔

2۔ خدا تعالیٰ کا کمال غناء ظاہر ہوگا کہ سارا جہان اس سے سوال کرتا رہے مگر اس کے خزانے ختم نہیں ہو سکتے اور جتنا ہے اس سے بھی بدرجہا بڑھ کر دینے کے لئے اس کے پاس موجود ہے۔

3۔ اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت یہ اعتقاد پختہ ہوجائے گا کہ وہ خدا کا محتاج ہے اور ہر آن میں محتاج ہے۔ خدائی کے مرتبہ پر نہیں پہنچا اور نہ پہنچے گا بلکہ عبد کا عبد ہی ہے اور عبد ہی رہے گا اور خدا تعالیٰ کا فیضان ان پر ہمیشہ ہوتا رہتا ہے اور ہوتا رہے گا۔

4۔ درود شریف کے پڑھنے والا اس ذریعہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اس ترقی میں شریک رہے گا۔‘‘

(ارشادات نور جلد اول صفحہ 348)

اِنْ شَآءَ اللّٰهُ کہنے کی نصیحت

برادرم عبد الحیٔ کے استاد سید محمد شفیع صاحب نے کہیں سبق پڑھاتے ہوئے عبد الحیٔ صاحب سے کہہ دیا کہ میں ایک مہینہ میں۔۔۔سورۃ بقرہ تم کو ضرور حفظ یاد کرادوں گا۔ یہ الفاظ جب حضور نے سنے تو فرمایا:

’’جو لوگ دعوے سے کہا کرتے ہیں کہ ہم فلاں کام ضرور کرلیں گے اور پھر اِنْ شَآءَ اللّٰهُ تعالیٰ بھی نہیں کہتے ہم نے دیکھا ہے کہ وہ ناکام ہی رہتے ہیں۔ ہم نے بھی عبد الحیٔ سے کہا ہے کہ اگر تم سورۃ بقرہ ہم کو حفظ سنادو گے تو ہم اِنْ شَآءَ اللّٰهُ تعالیٰ ایک بہت بڑی ضیافت کریں گے۔ لیکن دیکھو ہم نے لفظ اگر بھی ساتھ لگادیا ہے اور اِنْ شَآءَ اللّٰهُ تعالیٰ بھی کہہ دیا ہے۔‘‘

(ارشادات نور جلد دوم صفحہ 88)

اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ کا رواج

’’آٹھویں صدی ہجری میں ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ میں ہند میں آیا تو مسلمانوں میں اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ کا رواج نہیں تھا جس سے معلوم ہوتا تھا کہ یہ اب بالکل تباہ ہوجائیں گے کیونکہ ان میں سلامتی کی دعا نہیں رہی۔ ہند میں یہ رواج بہت ہی کم ہے۔ رامپور کی طرف میں نے دیکھا ہے یوں ہوتا ہے کہ ایک کہتا ہے خان صاحب دوسرا کہتا ہے میاں۔ بس سلام ہوگیا۔ گھروں میں تو بالکل ہی اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ نہیں کہتے۔ حتیٰ کہ میاں بی بی کو اور بی بی میاں کو نہیں کہتی حالانکہ سورہ نور میں صریحاً لکھا ہے۔ فَاِذَا دَخَلْتُمْ بُيُوْتًا فَسَلِّمُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ (النور: 62)۔ یہی وجہ ہے کہ مسلمانوں کے اکثر گھر دکھ اور مصیبت کے گھر بن گئے ہیں۔‘‘

(ارشادات نور جلد دوم صفحہ 119-120)

’’اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ کو رواج دیں۔ اس کی یہاں تک تاکید ہے کہ اگر خالی مکان میں بھی جانا ہو تو اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ کہیں۔‘‘

(ارشادات نور جلد دوم صفحہ 491)

اَللّٰهُ اَكْبَرُ

فرمایا۔ ’’اللہ کی بڑائیاں بیان کریں۔ اَللّٰهُ اَكْبَرُ تمام برائیوں سے نکلنے کی راہ ہے۔ آج کل شیطان بڑے زور سے تمہارا مقابلہ کر رہا ہے۔ مبارک ہیں وہ لوگ جو اضطراب سے اس کے ہٹانے کی کوشش کرتے ہیں۔‘‘

(ارشادات نور جلد سوم صفحہ 394)

’’جب اَللّٰهُ اَكْبَرُ کی آواز کان میں آتی ہے۔ اس وقت کوئی چیز ایسی نظر نہیں آتی جس کا جوڑ میں خدا کے مقابلہ میں ٹھہراؤں۔ کوئی پیاری سے پیاری چیز بھی مجھ کو اَللّٰهُ اَكْبَرُ سے نہیں ہٹا سکتی۔‘‘

(حقائق الفرقان جلد دوم صفحہ 418)

استغفار اور لَاحَوْل کا مطلب

’’لاف زنی وغیرہ کی غلطیاں انسان میں جو ہوتی ہیں انکا علاج اور نیز ہر ایک مرض کا علاج کثرت سے استغفار اور لَاحَوْل پڑھنا ہے۔ خدا تعالیٰ سے دعا مانگنی چاہئے کہ وہ سابقہ گناہوں کے بدنتائج سے محفوظ رکھے اور آئندہ بدی کے حفاظت بخشے۔

استغفار اور لَاحَوْل کا مطلب یہ ہے کہ اے اللہ تیری قوت کے بغیر میں کوئی بدی نہیں چھوڑ سکتا اور نہ تیری قوت کے بغیر کوئی نیکی کا کام کرسکتا ہوں۔ تب خدا نیکی کی توفیق بخشے گا۔‘‘

(حقائق الفرقان جلد دوم صفحہ 36)

احسان کی تعریف

’’بے شک اللہ ان لوگوں کے ساتھ ضرور ہوتا ہے جو متقی ہوتے ہیں اور ان لوگوں کے ساتھ ہوتا ہے جو محسنین ہوتے ہیں۔ احسان کی تعریف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمائی ہے کہ وہ خدا کو دیکھتا ہو اگر یہ نہ ہو تو کم از کم وہ اس پر ایمان رکھتا ہو کہ اللہ اس کو دیکھتا ہے پھر یہ بھی تقویٰ ہی کے نتائج اور ثمرات میں سے ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر تنگی سے متقی کو نجات دیتا ہے اور اس کو مِنۡ حَیۡثُ لَا یَحۡتَسِبُ (الطلاق:4) رزق دیتا ہے۔‘‘

(خطابات نور صفحہ 100)

اَلْحَمْد میں شفاء ہے

’’صحابہؓ کے زمانہ میں ایک شخص کو جو کسی گاؤں کا نمبردار تھا سانپ نے ڈسا تھا صحابہ نے اَلْحَمْد شریف پڑھ کر اس کا علاج کیا تھا اور اسے شفاء ہوگئی تھی۔ ایسا ہی ابن قیم نے لکھا ہے کہ جب میں مکہ معظمہ میں تھا اور طبیب کی تلاش میرے واسطے مشکل تھی تو میں اکثر اَلْحَمْد کے ذریعے اپنی بیماریوں کا علاج کرلیا کرتا تھا۔ ابن قیم کا میں بہ سبب اس کے علم کے معتقد ہوں اور اسے ایسا آدمی جانتا ہوں جو لاکھوں میں ایک ہوتا ہے۔ میرا اپنا بھی تجربہ ہے کہ میں نے بہت سے بیماروں پر اَلْحَمْد کو پڑھا اور انہیں شفا ہوئی۔ میں چاہتا ہوں کہ لوگ سوچ سوچ کر اَلْحَمْد کو نماز میں پڑھا کریں اور اس سے فائدہ اٹھائیں۔‘‘

(حقائق الفرقان جلد اول صفحہ 8)

اذان کی حقیقت

’’اسلام ایک ایسا مذہب ہے کہ اس میں کوئی ایسی بات نہیں جس کا بیان اہل اسلام کے واسطے کسی حالت میں بھی قابل شرم ہو۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام اپنے عقائد کو ہمیشہ اونچے سے اونچے مکانوں پر چڑھ کر اور بلند میناروں پر کھڑے ہو کر دن میں پانچ دفعہ پکار کر سب کو سنا دیتا ہے، موذن کانوں میں انگلی دے کر تا کہ اس کے کان کے پردوں کی حفاظت ہو، نہایت بلند آواز سے ایسے کلمات بول دیتا ہے جو دین اسلام کے تمام اصول اور فروع کے لئے جامع ہیں یہی اصلی اور حقیقی اور سچا مذہب ہے۔۔۔ افسوس ہے کہ موجودہ صدی کے مسلمان اذان کی حقیقت سے آشنا نہیں رہے اور اس کی خوبیوں سے بے خبر ہو گئے ہیں ورنہ بطور فخر کے اسے دیگر مذاہب کے سامنے پیش کرتے اور صرف اس کے ذریعہ سے سب کو جیت لیتے اس میں عقائد اصول فرائض، مواجب، ضروریات، نتیجہ اسلام اعمال سب باتیں شامل ہیں۔

اَللّٰہُ اَکْبَرُ اللہ سے کون بڑا ہے۔ اللہ ہی سب سے بڑا ہے۔ اللہ وہ ذات ہے جو تمام صفات کاملہ سے موصوف اور تمام بدیوں سے منزہ اور عبادت کے لائق ہے اس سے پرے مدح کا کوئی کلمہ نہیں اور عبادت کے واسطے بلانے کے لئے کسی قوم نے اس سے بہتر کوئی تجویز نہیں کی۔‘‘

(خطابات نور صفحہ 390-391)

اَللّٰہُ اَکْبَرُ میں خدا کی اعلیٰ درجہ کی تعظیم ہے

’’توحید اصل ہے اسلام کا اور اس امر کو پورا کرنے کے لئے یہ آواز بلند اذان میں اَللّٰہُ اَکْبَرُ، اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہا ہے اور اَکْبَرُ ایسا کلمہ ہے کہ اس میں خدا کی اعلیٰ درجہ کی تعظیم ہے۔ اَکْبَرُ سے بڑھ کر اور کیا لفظ ہو سکتا ہے۔‘‘

(خطابات نور صفحہ 562)

سَبۡعٌ مَّثَانِی

’’اس کے معنی سات آیتیں یعنی اَلْحَمْد شریف۔ یہ ان سات آیتوں میں سے ہیں جو کئی بار نمازوں میں پڑھی جاتی ہیں۔ چنانچہ دن رات میں بالعموم چالیس رکعتوں میں یہ سورۃ دہرائی جاتی ہے۔‘‘

(حقائق الفرقان جلد دوم صفحہ 469)

اسلام کیا چیز ہے؟

’’اسلام ایک ایسا مذہب ہے کہ اس میں بھول بھلیاں نہیں ہیں۔ اسلام کا خدا وہی خدا ہے جس کے متعلق حضرت مسیح نے کہا کہ مجھے نیک نہ کہو، نیک وہی ایک ہے یعنی خدا۔۔۔ اسلام اسی کو دنیا میں لایا ہے اور اس کو اَشۡہَدُ اَنۡ لَّاۤ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کے رنگ میں پیش کیا جس کے معنے ہیں کہ اللہ کے سوائے پرستش کے لائق کوئی چیز نہیں۔‘‘

(خطابات نور صفحہ 561)

اَلْحَمْد شریف، درود شریف اور استغفار

’’تم میں سے بعض کمزور ہیں قوت فیصلہ نہیں رکھتے اور تاب مقابلہ ان میں نہیں۔ انہیں چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کے حضور گر جائیں اور بہت دعائیں کریں اَلْحَمْد شریف پڑھ کر دعا کریں۔ اَلْحَمْد شریف، درود شریف، استغفار اور لَا حَوْلَ کثرت سے پڑھا کرو۔ میرا اعتقاد ہے لیکچر دینے میں، کلام کرنے میں مسائل کا جواب دینے میں دعاؤں سے کام لو اور اَلْحَمْد شریف کو ضرور پڑھو تم اس کی عادت ڈالو نامردی اور ناکامی کو دیکھو گے ہی نہیں تمہارا کام دعا کرنا ہو اور سب سے ضروری مسئلہ اَللّٰہُ اَکْبَرُ پر ایمان رکھو۔ بندہ کمزور ہے وہ اللہ ہر آن میں تمہیں کروڑوں نعمتیں عطا فرماتا ہے۔‘‘

(خطابات نور صفحہ 449)

روحانی امراض کا مجرب نسخہ

’’جس طرح پر جسمانی امراض بے شمار ہیں۔ اسی طرح روحانی امراض بھی کثرت سے ہوتی ہیں اور ہر عضو اور قوت کی جدا جدا بیماریاں ہوتی ہیں۔۔۔ محض اللہ تعالیٰ کے فضل سے باریک در باریک روحانی امراض کا علم بھی مجھے دیا گیا ہے اور میں مولیٰ کریم کی حمد کرتا ہوں اور اس کا شکرگزار ہوں کہ اس نے جیسے مجھے امراض کا علم عطا کیا۔ اس کے علاج کی طرف بھی توجہ دلائی اور تمام قسم کے روحانی امراض کا مجرب نسخہ میں نے پالیا۔ وہ مجرب نسخہ خدا تعالیٰ کی پاک کتاب قرآن شریف ہے جس کا نام رحمت، ہدایت، نور، فرقان، جناب منیر وغیرہ وغیرہ ہیں اور پھر اللہ تعالیٰ نے مجھ پر یہ بھی احسان کیا کہ اس نسخہ کا عشق اور محبت میرے دل میں ڈال دی اور اس رحمت اور شفا کتاب کو میرے لئے روحانی غذا بنا دیا جس کے بغیر میں سچ کہتا ہوں کہ زندہ نہیں رہ سکتا۔‘‘

(خطابات نور صفحہ 36-37)

اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰہُ رَبُّکَ

’’اس کی بابت بہت بحث ہے کہ مَا شَآءَ اللّٰہُ رَبُّکَ سے کیا مراد ہے۔ بعض نے لکھا ہے کہ دنیا کی زندگی میں جو آسائش پہنچ جاتی ہے اس کا استثناء مراد ہے۔ بعض نے اس خاص کو اور وسیع کیا ہے کہ قبر سے حشر تک۔ بعض نے اور وسیع کیا ہے اور کہا ہے کہ حشر کے فیصلہ تک۔ بعض نے کہا ہے کہ آخر دوزخ سے سب نکالے جاویں گے۔ میرے نزدیک اس سے اظہار عظمت و جبروت مراد ہے۔ کہ جو کچھ ہوتا ہے۔ مشیت الٰہی کے ماتحت ہوتا ہے۔‘‘

(حقائق الفرقان جلد دوم صفحہ 376)

ختم نبوت کا راز

’’میں اللہ کے انبیاء علیہم السلام میں سے ہر ایک کو محبوب سمجھتا ہوں ان میں جامع کمالات انسانیہ، مکانیہ، زمانیہ اور جامع کمالات نبوت خاتم الرسل اور خاتم الانبیاء بلکہ خاتم کمالات انسانی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ ہمارے بادشاہ مرزا صاحب کو جو کچھ ملا ہے یہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کامل اتباع اور کامل محبت سے ملا ہے اور یہی ختم نبوت کا راز ہے کہ آئندہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت میں گم اور فنا ہونے کے بغیر کوئی نبوت نہیں مل سکتی۔ الٰہی فضل کی کوئی بھی راہ نہیں ہے جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کامل اتباع اور راہ کے خلاف مل سکے۔ حضرت مرزا صاحب اسی امر کا ایک نشان اور ثبوت تھے۔ انہوں نے خود ظاہر کیا کہ جو کچھ انہیں ملا ہے۔ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کامل محبت اور آپ پر درود شریف پڑھنے سے ملا ہے خدا تعالیٰ نے قبل اس کے کہ وہ دعویٰ کرتا اس کا نام ہی غلام احمد رکھا (علیہ الصلوٰۃ والسلام) آپؑ کو اس نام سے ایسی محبت تھی کہ آپ نے احمد کے سوا کسی اور نام سے بیعت نہیں لی۔ اس واسطے مرزا صاحب کی نبوت نبوت محمدی سے الگ کوئی مستقل چیز نہیں۔ بلکہ نبوۃ محمدیہ کا ایک پھل اور نتیجہ ہے اور خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بخاری میں اس کا نام نبی اللہ رکھا۔‘‘

(خطابات نور صفحہ 500-501)

کلمہ شہادت کی غرض

کلمہ شہادت پڑھنے کے بعد ایک تقریر میں آپ نے فرمایا:

’’یہ وہ کلمہ ہے جس کو ہماری زبان میں کلمہ شہادت کہتے ہیں۔ اس کے دو حصے ہیں ایک حصہ میں یہ ظاہر کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ ایک اکیلا معبود ہے کوئی اس کا شریک نہیں نہ اس کی ذات میں نہ صفات میں نہ افعال میں۔ دوسرے حصہ میں یہ بتایا گیا ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے بندے اور اسی کے رسول ہیں۔ اس کلمہ شہادت کے پہلے حصہ کے اظہار اور تعلیم کے لئے سلسلہ کائنات میں انبیاء و رسل آتے رہے اور ان کے خلفاء و جانشین ہوتے رہے اور وہ یہی ہدایت اور تعلیم دیتے رہے۔ لَاۤ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ان سب کی ایک ہی غرض رہی اور ہمیشہ یہی غرض رہی کہ لوگ لَاۤ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہیں اور سمجھیں اور یقین کریں۔ ایسا ہی ہوتا رہا اور ہوتا آیا مگر ایک زمانہ گزر نے کے بعد ان ہادیوں کو جو یہ تعلیم لے کر آئے تھے ان کے ماننے والوں نے غلطی سے ہادیوں کو معبود بنالیا اور اس طرح پر وہ غرض جو ان کی تعلیم اور بعثت کی تھی فوت ہو گئی اور لَاۤ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کی بجائے شرک پھیل گیا۔ اس غلطی اور مصیبت سے نجات دینے کے لئے اور توحید الٰہی کی تکمیل کے لئے اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجا اور آپ نے اس غلطی کو جو مختلف ہادیوں کو معبود بنانے کے متعلق دنیا نے کھائی اس طرح پر ہمیشہ کے لئے دور کر دیا کیونکہ کلمہ شہادت کا دوسرا جزو اَشۡہَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبۡدُہٗ وَرَسُوۡلُہٗ قائم کر دیا۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خاص فضیلت ہے کہ آپ نے کلمہ لَاۤ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کی تکمیل کر دی اور وہی اس کے مستحق تھے۔‘‘

(خطابات نور صفحہ 275)

حبل اللہ قرآن مجید کو محکم پکڑو

’’میں تمہیں نصیحت کرتا ہوں کہ تفرقہ ڈالنے اور تفرقہ بڑھانے والی باتیں چھوڑ دیں۔ ایسی لغو بحثوں سے جن میں نہ دین کا فائدہ نہ دنیا کا، مونہہ موڑ لو اور سب مل کر وَاعۡتَصِمُوۡا بِحَبۡلِ اللّٰہِ جَمِیۡعًا کہ حبل اللہ قرآن مجید کو محکم پکڑو۔ دیکھو لڑکوں میں ایک رسے کا کھیل ہے۔ اگر ایک طرف کے لوگ اور باتوں میں لگ جائیں تو وہ رسے میں کس طرح جیت سکتے۔ اسی طرح اگر تم اور بحثوں میں لگ جاؤ گے تو قرآن مجید تمہارے ہاتھوں سے جاتا رہے گا۔‘‘

(حقائق الفرقان جلد اول صفحہ 515)

حمد اور ثناء کے الفاظ کا مطلب

’’حمد کا لفظ قرآن شریف میں بھی آیا ہے اور حدیث میں بھی۔ لیکن ثناء کا لفظ قرآن شریف میں نہیں آیا البتہ حدیث میں آیا ہے۔ اور یہ غلط ہے کہ حمد کا لفظ صرف خدا کے لئے مخصوص ہے اور اوروں کے لئے جائز نہیں۔ دیکھو خود نام محمد ﷺ ہی اس بات کو ثابت کر رہا ہے کہ حمد کا لفظ اوروں کے واسطے آسکتا ہے۔ محمد کے معنے ہیں حمد کیا گیا۔ ایسا ہی مقام محمود، جگہ حمد کی گئی۔ غرض کہ قرآن شریف میں محمد رسول اللہ اور مقام محمود، دو جگہ اس بات کے ثبوت میں کافی ہیں کہ حمد کا لفظ غیر خدا پر بھی استعمال ہوا ہے۔‘‘

(ارشادات نور جلد دوم صفحہ 474)

صفات الٰہی پر ایمان

’’صفات الٰہی پر ایمان لانے کی کوشش کرو۔ انسان اگر خدا کے علیم، خبیر اور اَحۡکَمُ الۡحٰکِمِیۡنَ ہونے پر ہی ایمان لاوے اور یقین جانے کہ میں اس کی نظر سے کسی وقت اور کسی جگہ بھی غائب نہیں ہو سکتا تو پھر بدی کہاں اور کیسے ممکن ہے کہ سرزد ہو۔ غفلت کو چھوڑ دو کیونکہ غفلت گناہوں کی جڑ ہے۔‘‘

(حقائق الفرقان جلد اول صفحہ 294)

ایم۔ایم۔طاہر

اسلامی اصطلاحات و آداب کی پُر حکمت تعلیمات

از افاضات حضرت مرزا بشیرالدین محمود احمد مصلح موعودؓ

ہمارے آقا ہادی عالم، رحمۃ للعالمین حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے اپنی امت کے لئے روزمرہ کے آداب سکھانے میں ایک روشن نمونہ چھوڑا ہے۔آپ کا اٹھنا بیٹھنا، چلنا پھرنا، سونا جاگنا اور کھانا پینا محض اللہ کی خاطر تھا۔ہر موقع محل کے لئے آپؐ نے اللہ کی یاد کو مقدم رکھا اور اپنے اسوۂ حسنہ سے اپنی امت کو یہی درس دیا کہ ہر لمحہ اللہ کو یاد رکھیں جس کی عبادت کی خاطر ہماری تخلیق ہوئی ہے۔

اسلامی اصطلاحات یا آداب جو آنحضرت ﷺ نے قرآنی تعلیم اور اپنے اسوہ سے ہمیں سکھائے ان کا خوبصورت بیان سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی المصلح الموعودؓ نے اپنے فرمودات وتحریرات میں کیا ہے اور ان کی پُر معارف حکمتیں بھی بیان فرمائی ہیں۔ذیل میں حضرت مصلح موعودؓ کے الفاظ میں ہی مختلف اسلامی آداب کا تذکرہ ہدیہ قارئین کیا جا رہا ہے:

ہر کام سے پہلے بِسۡمِ اللّٰہِ

حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں:

’’اللہ تعالیٰ نے ہم کو سکھایا کہ قرآن شریف پڑھنے سے پہلے بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ پڑھنی چاہئے اور ہر ایک سورۃ کے شروع میں یہ آیت نازل فرما کر انسان پر یہ لازم کر دیا کہ ابتدا اسی آیت سے ہو۔پھر حدیث کے ذریعہ ہر ایک بڑے کام سے پہلے اس کا پڑھنا سنت ہوا۔اس آیت کے یہ معنی ہیں کہ میں یہ کام اپنے نفس کے لئے نہیں کرتا اور کوئی گندی اور ناپاک ناجائز خواہشات کو دل میں چھپائے ہوئے شروع نہیں کرتا بلکہ میں اللہ تعالیٰ کا نام لے کر اور اسی پر بھروسہ کر کے اور اسی سے اس بات کی مدد مانگتے ہوئے کہ وہ مجھے ہر ایک قسم کی بدنیتوں اور شرارتوں سے بچائے، شروع کرتا ہوں۔‘‘

(انوارالعلوم جلد 13 صفحہ 120)

بِسۡمِ اللّٰہِ پڑھ کر کھانا

آنحضورؐ کے سفرِ طائف کا حال بیان کرتے ہوئے حضرت مصلح موعودؓ بیان فرماتے ہیں:

’’آپ کا دل ان زخموں کی وجہ سے بھی بوجھل تھا جو طائف کے اوباشوں کے پتھراؤ کی وجہ سے آپ کے جسم پر پڑ گئے تھے مگر اللہ تعالیٰ نے انہی کفارِ مکہ کے دلوں کو آپ کے لئے نرم کر دیا جو ہمیشہ آپ کو تکلیفیں دیا کرتے تھے۔عتبہ اور شیبہ اُس وقت اپنے باغ میں موجود تھے اور انہوں نے دور سے آپ کی ساری حالت دیکھ لی تھی جب انہوں نے یہ دیکھا کہ آپ سخت زخمی حالت میں ایک درخت کے سایہ کے نیچے بیٹھے ہیں تو ان کے دلوں میں دور و نزدیک کی رشتہ داری کا یا کچھ قومی احساس پیدا ہوا اور انہوں نے انگور کے کچھ خوشے توڑ کر ایک طشت میں رکھے اور اپنے ایک عیسائی غلام کے ہاتھ آپ

کے لئے بھیجے۔وہ غلام مذہباً عیسائی تھا اس نے طشت لا کر آپ کے سامنے رکھ دیا۔آپ نے بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ پڑھ کر انگور کھانے شروع کئے یہ دیکھ کر عیسائی غلام سخت حیران ہوا اور آپ سے کہنے لگا آپ مکہ کے رہنے والے ہیں؟ آپ نے فرمایا ہاں! وہ کہنے لگا آپ نے پھر بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ کہاں سے سیکھی ہے؟ آپ نے فرمایا میں بے شک مکہ کا رہنے والا ہوں مگر میں خدائے واحد کو ماننے والا ہوں۔‘‘

(انوارالعلوم جلد 19 صفحہ 154،155)

بِسۡمِ اللّٰہِ پڑھ کر پینا

حضرت مصلح موعودؓ حضرت ابو ہریرہ اور اصحاب الصفہ کو دودھ پلانے والی روایت یوں بیان فرماتے ہیں:

’’رسول کریم ﷺ نے فرمایا ابوہریرہ! میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! حاضر ہوں۔فرمایا یہ پیالہ لو اور ان کو پلاؤ۔میں نے پیالہ لیا اور اس طرح تقسیم کرنا شروع کیا کہ پہلے ایک آدمی کو دیتا جب وہ پی لیتا اور سیر ہو جاتا تو مجھے پیالہ واپس کر دیتا پھر میں دوسرے کو دیتا جب وہ سیر ہو جاتا تو مجھے پیالہ واپس کر دیتا۔اسی طرح باری باری سب کو پلانا شروع کیا یہاں تک کہ سب پی چکے اور سب سے آخر میں میں نے نبی کریم ﷺ کو پیالہ دیا آپ نے پیالہ لے لیا اور اپنے ہاتھ پر رکھا اور میری طرف دیکھ کر مسکرائے اور فرمایا ابو ہریرہ! عرض کیا یا رسول اللہ! حاضر ہوں۔حکم فرمایا اب تو تم اور میں رہ گئے ہیں۔میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! درست ہے۔فرمایا اچھا تو بیٹھ جاؤ اور پیو۔پس میں بیٹھ گیا اور میں نے دودھ پیا جب پی چکا تو فرمایا کہ اور پیو۔میں نے اور پیا۔پھر فرمایا اور پیو۔اور اسی طرح فرماتے رہے یہاں تک کہ آخر مجھے کہنا پڑا کہ خدا کی قسم! جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث کیا ہے اب تو اس دودھ کے لئے کوئی راستہ نہیں ملتا۔اس پر فرمایا کہ اچھا تو مجھے دے دو۔میں نے وہ پیالہ آپ کو پکڑا دیا آپ نے خدا تعالیٰ کی تعریف کی اور بِسۡمِ اللّٰہِ پڑھی اور باقی بچا ہوا دودھ پی لیا۔‘‘

(انوارالعلوم جلد 1 صفحہ 617)

اَعُوۡذُ بِاللّٰہِ پڑھنا

’’لوگ مذاہب بناتے ہیں کوئی کہتا ہے گدی بن جائے، کسی کو حکومت کا شوق ہوتا ہے، کسی کو دولت جمع کرنے کا خیال۔غرض مختلف وجوہات ہیں جن سے لوگ دین اختیار کرتے ہوں گے۔کوئی عیسائی بنتا ہے تو اسے یہ بھی خیال آتا ہوگا کہ میرے ضلع کے ڈپٹی یا میرے صوبہ کے لیفٹیننٹ گورنر یا میرے ملک کے وائسرائے خوش ہو جائیں گے۔مگر محمد رسول اللہ ﷺ وہی تعلیم دیتا ہے جس سے خدا کا قرب خدا کی خوشنودی حاصل ہو۔وہ اپنے پیروؤں کو تعلیم دیتے وقت ارشاد فرماتا ہے کہ شاید تمہارے دل میں کوئی وسوسہ آ جائے۔اس لئے اَعُوۡذُ اور بِسۡمِ اللّٰہِ پڑھ لینی چاہئے۔جن کو محض اپنا مذہب پھیلانے کا شوق ہوتا ہے وہ کہتے ہیں کہ ہمارے مذہب میں داخل ہو خواہ کسی طرح۔مگر یہاں ارشاد ہے کہ یہ دروازہ عشق الٰہی کا ہے اس میں شیطانی ملونی سے نہ آؤ۔بلکہ شیطان پر لعنت بھیج کر اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگ کر، پھر یہ اَعُوۡذُ نہ صرف ابتداء میں ہے بلکہ انتہا میں بھی یہی ارشاد ہوتا ہے کہ قُلۡ اَعُوۡذُ بِرَبِّ النَّاسِ پڑھ لو جس سے یہ مراد ہے کہ الٰہی میں نے تیری کتاب کو پڑھا ہے۔ممکن ہے کہ کئی قسم کے قصور سرزد ہوئے ہوں۔اپنی عظمت کا خیال آ گیا ہو کہ میں صوفی بن جاؤں۔لوگ مجھے بزرگ کہیں، میرے پاؤں چومیں، پس اپنے رب کی پناہ میں آ کر عرض کرتا ہوں کہ محض اسی کی محبت ہو جس کی خاطر میں لوگوں کو اس کی تلقین کروں۔‘‘

(انوارالعلوم جلد اول صفحہ 370)

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ کی عادت

’’رسول کریم ﷺ کا ایمان حقیقی ایمان تھا۔سب مسلمان اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ کہتے ہیں اور اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ کے معنی یہ ہیں کہ سب سچی تعریفیں اس خدا کے لئے ہیں جو ہر قسم کے نقصوں سے پاک اور تمام خوبیوں کا جامع ہے۔پس جس کے لئے سب تعریفیں ہوں گی وہی سب سے زیادہ حسین ہوگا اور جو سب سے زیادہ حسین ہوگا وہی زیادہ محبوب اور مطلوب ہوگا۔اس لئے جو اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ کہتا ہے وہ ظاہر کرتا ہے کہ خدا کے سوا کوئی حسین نہیں۔لیکن اگر وہ اور چیزوں کی بھی پرستش کرتا ہے تو وہ حقیقت میں اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ کے ثمرات سے بے خبر ہے۔یوں تو اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ اپنے رنگ میں ہر ایک مذہب کا آدمی کہے گا مگر عمل اس کے مخالف ہوگا لیکن جن کو واقعی اس پر یقین ہوگا ان کا عمل ان کے ایمان پر گواہی دے گا۔ان لوگوں کے مقابلہ میں جو اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ تو کہتے ہیں مگر ان کے اعمال اس پر گواہی نہیں دیتے۔رسول کریم ﷺ کو دیکھو۔آپ نے بھی اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ کہا کہ خدا کے لئے سب خوبیاں ہیں۔پھر آپ نے اس قول کو زندگی کے ہر ایک شعبے میں نباہا۔فرانس کا ایک مشہور

مصنف لکھتا ہے کہ ہم کچھ بھی (نَعُوْذُ بِاللّٰہِ) محمد (ﷺ) کے متعلق کہیں۔ ہم کہیں کہ وہ پاگل تھا، مجنون تھا، اس نے دنیا میں ظلم کئے، اس نے سوسائٹی میں تفرقہ ڈالا مگر ہم اس سے انکار نہیں کر سکتے کہ اس کو خدا کے نام کا سخت جنون تھا۔ ہم اور کچھ بھی کہہ دیں مگر یہ نہیں کہہ سکتے کہ اس کو خدا سے تعلق نہیں تھا۔ وہ جو کچھ بھی کرتا اور وہ جس حالت میں بھی نظر آتا، خدا کا نام ضرور اس کی زبان پر ہوتا۔ اگر وہ کھانا کھاتا تو خدا کا نام لیتا، اگر کپڑا پہنتا تو خدا کا نام لیتا، اگر پاخانہ جاتا تو خدا کا نام لیتا، پاخانہ سے فراغت پاتا تو خدا کا نام لیتا، شادی کرتا تو خدا کا نام لیتا، غم میں مبتلا ہوتا تو خدا کا نام اس کی زبان پر ہوتا، کوئی پیدا ہوتا تو خدا کا نام لیتا، کوئی مرتا تو خدا کا نام لیتا، اگر اٹھتا تو خدا کا نام لیتا، اگر بیٹھتا تو خدا کا نام لیتا، سونے لگتا تو خدا کا نام لیتا، جاگتا تو خدا کا نام لیتا، صبح ہوتی تو خدا کا نام لیتا، شام ہوتی تو خدا کا نام لیتا۔ بہر حال محمد (ﷺ) کو کچھ بھی کہو مگر اللہ کے لفظ کا اس کو ضرور جنون تھا۔

یہ نمونہ ہے آپؐ کے اعمال کا کہ دشمن سے دشمن بھی مجبور ہے اس بات کا اقرار کرنے پر کہ آپؐ کے لب پر ہر وقت اور ہر حال میں اور آپؐ کی ہر ایک حرکت وسکون میں خدا ہی نظر آتا تھا۔‘‘

(الفضل 14 دسمبر 1918ء)

مقدمہ ہارنے پر بھی اللہ کی حمد

’’حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے والد مرحوم بہت مدبّر اور لائق آدمی تھے مگر دنیادارانہ رنگ رکھتے تھے جب آپ جوان تھے تو آپ کے والد صاحب مرحوم کو ہمیشہ آپ کے متعلق یہ فکر رہتی تھی کہ یہ لڑکا سارا دن مسجد میں بیٹھا رہتا ہے اور کتابیں پڑھتا رہتا ہے یہ بڑا ہو کر کیا کرے گا اور کس طرح اپنی روزی کما سکے گا؟ آپ کے والد صاحب مرحوم آپ کو کئی کاموں کی انجام دہی کے لئے بھیجتے مگر آپ چھوڑ کر چلے آتے یہاں تک کہ زمین کے مقدمات کے بارہ میں ان کو آپ کے خلاف شکایت رہتی تھی کہ وقت پر نہیں پہنچتے۔ ایک دفعہ آپ کسی مقدمہ کی پیروی کے لئے گئے تو عین پیشی کے وقت آپ نے نماز شروع کر دی۔ جب آپ نماز ختم کر چکے تو کسی نے آکر کہا آپ کا مقدمہ تو آپ کی غیر حاضری کی وجہ سے خارج ہو گیا ہے آپ نے فرمایا اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ اِس سے بھی جان چھوٹی۔ جب آپ گھر پہنچے تو والد صاحب مرحوم نے ڈانٹا اور کہا تم اتنا بھی نہیں کر سکتے کہ مقدمہ کی پیشی کے وقت عدالت میں حاضر رہو۔ آپ نے فرمایا نماز مقدمہ سے زیادہ ضروری تھی (گو مقدمہ کے متعلق میں نے سنا ہے کہ بعد میں معلوم ہوا کہ مقدمہ آپ کے حق میں ہی ہو گیا تھا)‘‘

(انوار العلوم جلد 18 صفحہ 603)

تسبیحات کا ورد

’’صحابہؓ ذکرِ الٰہی میں ترقی کرنے کی اتنی کوشش کیا کرتے تھے کہ ان کی یہ جدوجہد وارفتگی کی حد تک پہنچی ہوئی تھی، احادیث میں آتا ہے کہ ایک دفعہ غرباء رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہوں نے عرض کیا کہ جس طرح ہم نمازیں پڑھتے ہیں، اسی طرح امراء نمازیں پڑھتے ہیں، جس طرح ہم روزے رکھتے ہیں اسی طرح امراء روزے رکھتے ہیں جس طرح ہم حج کرتے ہیں اسی طرح امراء حج کرتے ہیں مگر یَارَسُوْلَ اللّٰہِ! ہم زکوٰۃ اور صدقہ وخیرات اور چندے وغیرہ نہیں دے سکتے اس وجہ سے وہ نیکی کے میدان میں ہم سے آگے بڑھے ہوئے ہیں۔ کوئی ایسی ترکیب بتائیں کہ امراء ہم سے آگے نہ بڑھ سکیں، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بہت اچھا، میں تمہیں ایک ایسی ترکیب بتاتا ہوں کہ اگر تم اس پر عمل کرو تو تم پانچ سَو سال پہلے جنت میں داخل ہو سکتے ہو، انہوں نے عرض کیا کہ وہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا وہ ترکیب یہ ہے کہ ہر فرض نماز کے بعد تینتیس دفعہ سُبْحَانَ اللّٰہِ تینتیس دفعہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ اور چونتیس دفعہ اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہہ لیا کرو، وہ وہاں سے بڑی خوشی سے اُٹھے اور انہوں نے سمجھا کہ ہم نے میدان مار لیا مگر کچھ دنوں کے بعد پھر وہی وفد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ ہم پر بڑا ظلم ہوا ہے۔ آپ نے فرمایا کس طرح؟ انہوں نے عرض کیا کہ آپ نے ہمیں جو بات اُس روز بتائی تھی وہ کسی طرح امیروں کو بھی پہنچ گئی اور اب انہوں نے بھی یہ ذکر شروع کر دیا ہے ہم اب کیا کریں؟ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر نیکی حاصل کرنے کا اُن کے دلوں میں اس قدر جوش پایا جاتا ہے تو میں انہیں روک کس طرح سکتا ہوں؟ یہ وہ فضیلت تھی جس نے صحابہؓ کو جیتی جاگتی مسجد بنا دیا تھا۔‘‘

(انوار العلوم جلد 16 صفحہ 49)

اَللّٰہُ اَکْبَرُ، سُبْحَانَ اللّٰہِ اور اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ پڑھنے کی نصیحت

’’حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے شکایت کی کہ چکی پیسنے سے انہیں تکلیف ہوتی ہے۔ اسی عرصہ میں آنحضرت ﷺ کے پاس کچھ غلام آئے۔ پس آپ آنحضرت ﷺ کے پاس تشریف لے گئیں لیکن آپ کو گھر پر نہ پایا اس لیے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو اپنی آمد کی وجہ سے اطلاع دے کر گھر لوٹ آئیں۔ جب آنحضرت ﷺ گھر تشریف لائے تو حضرت عائشہؓ نے جناب کو حضرت فاطمہؓ کی آمد کی اطلاع دی جس پر آپ ہمارے پاس تشریف لائے اور ہم اپنے بستروں پر لیٹ چکے تھے۔ میں نے آپ کو آتے دیکھ کر چاہا کہ اٹھوں مگر آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اپنی اپنی جگہ پر لیٹے رہو۔ پھر ہم دونوں کے درمیان میں آکر بیٹھ گئے یہاں تک کہ آپ کے قدموں کی خنکی میرے سینہ پر محسوس ہونے لگی۔ جب آپ بیٹھ گئے تو آپ نے فرمایا کہ کیا میں تمھیں کوئی ایسی بات نہ بتا دوں جو اُس چیز سے جس کا تم نے سوال کیا ہے بہتر ہے اور وہ یہ کہ جب تم اپنے بستروں پر لیٹ جاؤ تو چونتیس دفعہ تکبیر کہو اور تینتیس دفعہ سُبْحَانَ اللّٰہِ کہو اور تینتیس دفعہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کہو پس یہ تمہارے لیے خادم سے اچھا ہو گا۔‘‘

(الفضل 24 دسمبر 1913ء)

بلند آواز اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہنا

’’ہمیں جو اسم اعظم دیا گیا ہے وہ اتنا ظاہر ہے کہ اسے کوئی چھپا ہی نہیں سکتا وہ نام ہے اللہ۔ یہ چھپانے والا نام نہیں بلکہ ظاہر کرنے والا نام ہے اسی لئے کہا گیا ہے کہ بلند آواز سے اذان میں اور نمازوں میں ’’اَللّٰہُ اَکْبَرُ‘‘ کہو۔ غرض اسلام میں ہی اللہ تعالیٰ کا اسم ذات پایا جاتا ہے اور وہ اللہ کا لفظ ہے۔‘‘

(انوار العلوم جلد 6 صفحہ 344)

بِسْمِ اللّٰہِ۔ اَللّٰہُ اَکْبَرُ

’’جنگ احزاب کے موقع کے متعلق روایت آتی ہے کہ ایک پتھر نہیں ٹوٹتا تھا۔ صحابہؓ رسول کریم ﷺ کے پاس آئے اور آکر عرض کیا کہ ایک پتھر نہیں ٹوٹتا۔ آپؐ تشریف لائے۔۔۔ رسول کریم ﷺ نے بِسْمِ اللّٰہِ کہہ کر کدال اپنے ہاتھ میں لی اور اُسے زور سے پتھر پر مارا تو اس میں سے آگ کا ایک شعلہ نکلا اور پتھر کا تیسرا حصہ ٹوٹ گیا۔ اس پر رسول کریم ﷺ نے نعرہ تکبیر بلند کیا اور فرمایا اَللّٰہُ اَکْبَرُ مجھے حکومت شام کی کنجیاں دے دی گئی ہیں اور خدا کی قسم! میں اس کے سرخ محلات اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں۔ پھر دوسری دفعہ رسول کریم ﷺ نے اس کدال کو پتھر پر مارا تو پھر اس میں سے شعلہ نکلا اور پتھر کا ایک اور حصہ ٹوٹ گیا۔ اس پر پھر آپؐ نے نعرہ تکبیر بلند کیا اور فرمایا اَللّٰہُ اَکْبَرُ مجھے ایران کی کنجیاں بھی دے دی گئی ہیں اور خدا کی قسم! میں مدائن کے سفید محلات اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں۔ پھر آپؐ نے تیسری دفعہ کدال ماری جس سے پھر اس میں سے ایک شعلہ نکلا اور باقی پتھر بھی ٹوٹ گیا۔ اس پر آپؐ نے پھر نعرہ تکبیر بلند کیا اور فرمایا اَللّٰہُ اَکْبَرُ مجھے یمن کی کنجیاں بھی دے دی گئی ہیں۔‘‘

(الفضل 21 فروری 1933ء)

سُبْحَانَ اللّٰہِ

’’رسول کریم ﷺ فرماتے ہیں کَلِمَتَانِ حَبِیْبَتَانِ اِلَی الرَّحْمٰنِ خَفِیْفَتَانِ عَلَی اللِّسَانِ ثَقِیْلَتَانِ فِی الْمِیْزَانِ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْمِ۔ فرماتے ہیں دو کلمے ایسے ہیں کہ رحمان کو بہت پیارے ہیں خَفِیْفَتَانِ عَلَی اللِّسَانِ زبان پر بڑے ہلکے ہیں۔ عالم، جاہل، عورت، مرد، بوڑھا، بچہ ہر شخص ان کلمات کو آسانی سے ادا کر سکتا ہے۔ اگر تم دو سال کے بچہ کو وہ کلمات سکھانا چاہو تو وہ بھی ان کو سیکھ جائے گا۔ اگر ایک بڈھے کھوسٹ کو وہ کلمات سکھانے لگو تو وہ بھی ان کو سیکھ لے گا۔ ثَقِیْلَتَانِ فِی الْمِیْزَانِ لیکن قیامت کے دن جب اعمال کا وزن ہو گا تو جس شخص کی نیکیوں کے پلڑے میں وہ ہوں گے وہ اسے بہت بھاری بنا دیں گے اور اُسے دوسرے پلڑے سے نیچا کر دیں گے۔ وہ کلمے یہ ہیں سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْمِ۔ یہ کتنا چھوٹا سا کلمہ ہے۔ اگر تم اپنے دو سالہ بچے کو یاد کرانا چاہو تو وہ بھی اسے آسانی سے یاد کرے گا۔‘‘

(خطبات محمود جلد 25 صفحہ 341)

نماز میں سہو کے وقت سُبْحَانَ اللّٰہِ کہنے کی حکمت

’’رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم بنی عمرو بن عوف میں گئے تا کہ ان میں صلح کروائیں پس نماز کا وقت آ گیا اور مؤذن حضرت ابوبکرؓ کے پاس آیا اور کہا کہ کیا آپ لوگوں کو نماز پڑھائیں گے؟ میں اقامت کہوں؟ آپ نے جواب دیا کہ ہاں۔ پھر حضرت ابوبکرؓ نماز کے لیے کھڑے ہوئے۔ اتنے میں رسول کریم ﷺ تشریف لے آئے اور لوگ نماز پڑھ رہے تھے۔ آپ صف چیرتے ہوئے آگے بڑھے اور پہلی صف میں جا کر کھڑے ہو گئے۔ جب آپ کی آمد کی اطلاع ہوئی تو لوگ تالیاں پیٹنے لگے (تا حضرت ابوبکرؓ کو معلوم ہو جائے) لیکن حضرت ابوبکرؓ نماز میں کسی دوسری طرف کچھ توجہ نہ فرماتے۔ جب تالیاں پیٹنا تطویل پکڑ گیا تو آپ متوجہ ہوئے اور معلوم کیا کہ رسول کریم ﷺ تشریف لائے ہیں۔ رسول کریم ﷺ نے آپ کی طرف اشارہ فرمایا کہ اپنی جگہ ٹھہرے رہو۔ اس پر حضرت ابوبکرؓ نے اپنے ہاتھ اٹھائے اور اس عزت افزائی پر خدا تعالیٰ کا شکر یہ ادا کیا اور حمد کی۔ پھر آپ پیچھے ہٹ گئے اور صف میں مل گئے اور رسول کریم ﷺ آگے بڑھے اور نماز پڑھائی۔سلام پھیرنے کے بعد فرمایا کہ اے ابوبکر! جب میں نے حکم دیا تھا تو پھر آپ کو کونسی چیز مانع ہوئی کہ نماز پڑھاتے رہتے۔حضرت ابوبکرؓ نے جواب دیا کہ ابن ابی قحافہ کی کیا حیثیت تھی کہ رسول کریم ﷺ کے آگے کھڑا ہو کر نماز پڑھاتا۔ پھر آپ نے (لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر) فرمایا کہ کیا وجہ ہے کہ میں نے دیکھا کہ تم لوگوں نے اس قدر تالیاں پیٹیں۔ جسے نماز میں کوئی حادثہ پیش آئے اسے چاہیے کہ سُبْحَانَ اللّٰہِ کہے کیونکہ جب وہ سُبْحَانَ اللّٰہِ کہے گا تو خود ہی اس کی طرف توجہ ہو گی اور تالیاں پیٹنا تو عورتوں کا کام ہے۔

اس حدیث سے اگرچہ اور بہت سے سبق ملتے ہیں لیکن اس جگہ مجھے صرف ایک امر کی طرف متوجہ کرنا ہے اور وہ یہ کہ آنحضرت ﷺ کی تمام عمر کی کوشش یہی تھی کہ جس جس طرح سے ہو سکے لوگوں کی زبان پر خدا کا نام جاری کیا جائے۔خود تو جس طرح آپ ذکر میں مشغول رہتے اس کا حال میں بیان کر چکا ہوں مگر اس حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ ہر ایک کی زبان پر یہی لفظ دیکھنا چاہتے تھے۔

آپؐ کی آمد کی اطلاع دینے کے لیے اگر صحابہؓ نے تالیاں بجائیں تو یہ اُن کا ایک رواج تھا اور ہر ایک ملک میں اطلاعِ عام کے لیے یا متوجہ کرنے کے لیے لوگ تالیاں بجاتے ہیں۔ آج کل بھی جلسوں میں ایسا ہی ہوتا ہے کہ جب کسی لیکچرار کی کوئی بات زیادہ پسند آئے تو اس پر تالیاں پیٹتے ہیں تا کہ لوگوں کو توجہ پیدا ہو کہ یہ حصہ لیکچر خاص توجہ کے قابل ہے۔ پس تالیاں بجانا اس کام کے لیے رائج ہے لیکن رسول کریم ﷺ کی یادِ الٰہی سے محبت دیکھو کہ آپ نے دیکھا کہ بعض دفعہ ضرورت تو ہوتی ہے کہ لوگوں کو کسی کام کی طرف متوجہ کیا جائے پھر کیوں نہ اسی ضرورت کے موقع پر بجائے اس بے معنی حرکت کے لوگوں کو اس طرف لگا دیا جائے کہ وہ اپنے خیالات اور جوشوں کے اظہار کے لیے بجائے تالیاں بجانے کے سُبْحَانَ اللّٰہِ کہہ دیا کریں۔ کم سے کم ایسے موقع پر ہی خدا کا ذکر ان کی زبان پر جاری ہو گا۔۔۔۔۔۔

یاد رکھنا چاہیے کہ انسان جب کبھی کسی شے کی طرف توجہ کرتا ہے یا اسے ناپسند کرنے کی وجہ سے یا پسندیدگی کے باعث۔ تو ان دونوں صورتوں میں سُبْحَانَ اللّٰہِ کے کلمہ کا استعمال نہایت باموقع اور با محل ہے۔ اگر کسی انسان کے کسی فعل کو ناپسند کرتا ہے تو سُبْحَانَ اللّٰہِ اس لیے کہتا ہے کہ آپ سے کوئی سہو ہوا ہے۔سہو سے تو صرف خدا کی ہی ذات پاک ہے ورنہ ہر ایک انسان سے سہو ممکن ہے۔ اس مفہوم کو سمجھ کر آدمی اپنی غلطی پر متنبہ ہو جاتا ہے۔ اسی طرح اگر کوئی شخص کوئی عمدہ کام کر لے تو اس میں بھی سُبْحَانَ اللّٰہِ کہا جاتا ہے جس کی یہ غرض ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی تمام نقصوں سے پاک ہے اور جو کچھ اس نے پیدا کیا ہے اسے بھی پاک ہی پیدا کیا ہے۔ یہ کام جو کسی سے سرزد ہوا ہے یا یہ قول جو کسی کی زبان پر جاری ہوا ہے اپنی خوبی اور حسن میں خدا تعالیٰ کی پاکیزگی اور طہارت یاد دلاتا ہے جو تمام خوبیوں کا پیدا کرنے والا ہے۔‘‘

(الفضل یکم اکتوبر 1913ء)

راہ مولیٰ میں تکلیف پر سُبْحَانَ اللّٰہِ کا ورد

حضرت مصلح موعودؓ بیان فرماتے ہیں:

’’مولوی بُرہان الدین صاحب سِلسلہ کے بزرگوں میں سے تھے۔ 1903ء کا واقعہ ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام سیالکوٹ تشریف لے گئے۔ بڑا شاندار استقبال ہوا لیکن وہاں دشمنوں نے گالیاں بھی دیں۔ جب حضور واپس آنے لگے تو لوگ پتھر مارنے لگے، پتھروں کی کثرت کی وجہ سے گاڑی کی کھڑکیاں بند کر دی گئیں۔مولوی صاحب بیچارے بوڑھے آدمی تھے، وہ ان لوگوں کے قابو چڑھ گئے کبھی داڑھی کھینچتے، کبھی مکّے مارتے، کبھی دھکّے دیتے وہ چلتے جائیں اور کہتے جائیں ’’سُبْحَانَ اللّٰہِ ساڈیاں ایسیاں قِسمتاں کِتّھوں‘‘ آخر لوگوں نے پکڑ کر اُن کے منہ میں گوبر ڈال دیا تو کہنے لگے ’’سُبْحَانَ اللّٰہِ ساڈی قسمت وچ ایہہ نعمتاں کِتّھوں‘‘، تو مؤمن پر دین کی وجہ سے جو اعتراض کیا جاتا ہے وہ اُس کی نجات کا موجب ہوتا ہے اِس سے اُسے گھبرانا نہیں چاہئے۔‘‘

(انوار العلوم جلد 17 صفحہ 13)

حَسْبُكَ اللّٰہُ اور اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کہنا

’’یہ تعلیم کہ اٹھتے بیٹھتے، کھاتے پیتے، چلتے پھرتے ہر وقت خدا کو یاد رکھو۔ اس اخلاص، اس محبت، اس عشق، اس پیار، اس شیفتگی کا پتہ دیتی ہے جو نبی کریم ﷺ کو خدا سے تھی۔ پھر اسی تعلیم کا اثر دیکھ کر مسلمانوں کے بچے، بوڑھے، جوان، عورتیں سب اسی رنگ میں رنگین ہیں۔ کوئی بچہ گرتا ہے تو فوراً منہ سے حَسْبُكَ اللّٰہُ، جب کوئی خوشی ہوتی ہے تو زبانیں پکار اُٹھتی ہیں اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ۔ آخر یہ بات کس نے ان کے دل میں ڈالی؟ رسول کریم ﷺ نے۔ انسان اپنے پیارے کا نام کسی نہ کسی بہانے سے ضرور سننا چاہتا ہے۔ پس نبی کریم ﷺ کا پیارا تو خدا تھا۔ آپ نے ہر حرکت وسکون ہر قول وفعل سے پہلے پیارے کا نام بتا دیا۔‘‘

(انوار العلوم جلد اول صفحہ 369)

روزمرہ کے آداب اسلامی اور اذکار پڑھنے کا حکم

’’قرآن کریم کی تلاوت کی علاوہ دیگر اذکار تسبیح اور تحمید جنہیں انسان اکیلا بیٹھ کر کرے یا مجالس میں۔ اس ذکر کی بھی ایک قسم فرض ہے جیسا کہ جانور کے ذبح کرتے وقت تکبیر پڑھنا اگر اس وقت تکبیر نہیں پڑھی جائے گی تو جانور حرام ہو جائے گا۔ اور دوسری قسم نفل ہے جو دوسرے اوقات میں ورد کی صورت میں پڑھی جاتی ہے اور ان کو رسول کریم ﷺ نے بہت وسیع کیا ہے۔یعنی آپ نے ہر موقعہ پر اللہ تعالیٰ کا ذکر رکھا ہے۔مثلاً جب کھانا کھانے بیٹھو تو بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ پڑھ لو۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ اگر کوئی نہیں پڑھے گا تو اس کا پیٹ نہیں بھرے گا۔ بلکہ یہ ہے کہ جس غرض کے لئے کھانا کھایا جاتا ہے وہ اس طرح پورے طور پر حاصل ہو جائے گی۔یعنی روحانیت کو اس سے بہت فائدہ پہنچے گا۔ پھر ہر کام کے شروع کرنے کے وقت بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ پڑھنے کا حکم ہے۔ تا کہ اس کام میں برکت ہو۔ اور جب اس کو ختم کر لیا جائے۔ تو اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ پڑھا جائے۔ تا کہ اس کام میں برکت ہو۔ اسی طرح اگر کوئی نیا کپڑا پہنے یا کوئی اور نئی چیز استعمال کرے تو اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کہہ کر اس کا شکریہ ادا کرے۔ ہر رنج اور مصیبت کے وقت اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّاۤ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ پڑھنا چاہئے۔ اگر کوئی بات اپنی طاقت اور ہمت سے بالا پیش آئے تو لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ کہنا چاہئے۔

غرض یہ ذکر ان باتوں کے متعلق ہیں جو روزانہ پیش آتی رہتی ہیں۔ ہر ایک انسان کو دن میں یا خوشی ہو گی یا رنج پس اگر خوشی ہو تو اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ کہے اور اگر رنج ہو تو اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّاۤ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ پڑھے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فَاذْكُرُوا اللّٰہَ قِیٰمًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰی جُنُوْبِكُمْ اور آنحضرت ﷺ نے ہر حالت کے متعلق ذکر مقرر فرما دیئے ہیں اس لئے ان کے کرنے سے انسان ہر حالت میں خدا تعالیٰ کے ذکر میں مشغول رہتا ہے۔مثلاً ایک شخص جو دفتر میں بیٹھا کام کر رہا ہو وہ اگر اپنے متعلق خوشخبری سنے تو اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کہے۔ اگر چلتے ہوئے اسے خوشی کی بات معلوم ہو تو بھی اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کہے۔ اگر لیٹے ہوئے خوشی کی بات سنے تو اسی حالت میں اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کہے۔ اس طرح خود بخود قِیٰمًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰی جُنُوْبِكُمْ اللہ تعالیٰ کا ذکر ہوتا رہے گا۔ پھر رسول کریم ﷺ فرماتے ہیں کہ اَفْضَلُ الذِّكْرِ لَاۤ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ (ترمذی کتاب الدعوات باب ما جاء ان دعوۃ المسلم مستجابۃ) جابر سے ترمذی میں روایت ہے کہ سب سے بہتر اور افضل ذکر یہ ہے کہ اس بات کا اقرار کیا جائے کہ خدا کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ باقی اذکار کی بھی مختلف فضیلتیں ہیں۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ نے سبحان اللّٰہ وبحمدہ سبحان اللّٰہ العظیم کی نسبت فرمایا ہے۔ كَلِمَتَانِ خَفِیْفَتَانِ عَلَی اللِّسَانِ ثَقِیْلَتَانِ فِی الْمِیْزَانِ حَبِیْبَتَانِ اِلَی الرَّحْمَانِ (بخاری کتاب التوحید باب قول اللہ تعالیٰ ونضع الموازین القسط) کہ دو کلمے ایسے ہیں کہ جو زبان سے کہنے میں چھوٹے ہیں مگر جب قیامت کے دن وزن کئے جائیں گے تو ان کا اتنا بوجھ ہو گا کہ ان کی وجہ سے نیک اعمال کا پلڑا بہت بھاری ہو جائے گا۔ اور وہ اللہ تعالیٰ کو بہت ہی پسند ہیں۔ یہ بھی بہت اعلیٰ درجہ کا ذکر ہے۔ حتیٰ کہ ایک

دفعہ جب حضرت مسیح موعودؑ بیماری کے سخت دورہ میں تہجد کے لئے اٹھے اور غش کھا کر گر گئے اور نماز نہ پڑھ سکے تو الہام ہوا کہ ایسی حالت میں تہجد کی بجائے لیٹے لیٹے یہی پڑھ لیا کرو۔ تو یہ بھی بہت فضیلت رکھنے والا ذکر ہے۔ حدیثوں میں آتا ہے کہ رسول کریم ﷺ کثرت سے اس کو پڑھتے تھے۔

ان دو ذکروں کو رسول کریم ﷺ نے افضل بتایا ہے۔ مگر ایک اور ذکر بھی افضل ہے گو اس کے متعلق رسول کریم ﷺ کا کوئی ارشاد محفوظ نہیں۔ مگر عقل بتاتی ہے کہ وہ بہت اعلیٰ درجہ کا ہے اور وہ قرآن کریم کی آیات کا ذکر ہے۔ اگر ان کو ذکر کے طور پر پڑھا جائے تو دوہرا ثواب حاصل ہوگا۔ ایک تلاوت کا اور دوسرے ذکر کا۔"

(انوار العلوم جلد 3 صفحہ 503-504)

حصول تقویٰ کے مختلف اذکار

"سُبْحَانَ اللّٰهِ وَ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَکْبَرُ۔ پڑھتا رہے۔ اس میں یہ سر ہے کہ جو کسی کی تعریف کرے وہ ممدوح چاہتا ہے کہ یہ بھی ایسا ہی بن جائے۔ نبی کریم ﷺ نے لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ پر زور دیا۔ اللہ تعالیٰ کو وحدہ لاشریک ثابت کیا تو خدا نے فرمایا اے نبی! ہم نے تجھے بھی دنیا میں فرد بنا دیا۔ جو اَللّٰهُ اَکْبَرُ کہہ کے خدا کی دل و جان اور اپنے عمل سے بڑائی بیان کرے اسے اللہ بڑا بنا دے گا۔ اور جو اس کی تسبیح کرے گا خدا اسے پاک بنا دے گا۔ اور جو اس کا حامد بنے گا وہ محمود ہو جائے گا۔"

(انوار العلوم جلد 3 صفحہ 305)

سُبْحَانَكَ کہنا

"ایک نیکی یہ بھی ہے کہ تہمت کا ذب کیا جائے۔ یعنی اگر کوئی کسی پر تہمت لگائے تو اس کو رد کر دینا چاہئے۔ یہ بھی نیکیوں میں سے ایک نیکی ہے۔ اور تہمت کی تائید کرنا بڑا گناہ ہے۔ سورہ نور میں مومن کا خاصہ یہ بتایا گیا ہے کہ وہ تہمت کا ذب کرتا ہے اور کہتا ہے سُبْحَانَكَ هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِيْمٌ پس مومن کو حسن ظنی کرنی چاہئے نہ کہ بدظنی بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہم نے یہ حسن ظنی کی کہ جو بات کسی نے سنائی اسے مان لیا اور بیان کرنے والے کو جھوٹا نہ سمجھا مگر ہم کہتے ہیں اس طرح تم نے بدظنی ہی کی۔ جو شخص موجود نہ تھا اس کے خلاف بات سن کر یقین کر لینا بدظنی ہے۔"

(انوار العلوم جلد 7 صفحہ 36)

استغفار کی عادت

"رسول کریم ﷺ کو دیکھو کیسی معرفت تھی، کیسی احتیاط تھی، کس طرح خدا تعالیٰ سے خائف رہتے تھے اور باوجود اس کے کہ تمام انسانوں سے زیادہ آپ کامل تھے اور ہر قسم کے گناہوں سے آپ پاک تھے، خود اللہ تعالیٰ آپ کا محافظ و نگہبان تھا مگر باوجود اس تقدیس اور پاکیزگی کے یہ حال تھا کہ ہر وقت اللہ تعالیٰ سے خائف رہتے، نیکی پر نیکی کرتے، اعلیٰ سے اعلیٰ اعمال بجالاتے، ہر وقت عبادتِ الٰہیہ میں مشغول رہتے مگر باوجود اس کے ڈرتے اور بہت ڈرتے۔ اپنی طرف سے جس قدر ممکن ہے احتیاط کرتے مگر خدا تعالیٰ کے غنا کی طرف نظر فرماتے اور اُس کے جلال کو دیکھتے تو اس بارگاہ صمدیت میں اپنے سب اعمال سے دستبردار ہو جاتے اور استغفار کرتے اور جب موقع ہوتا توبہ کرتے۔ حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ وَاللّٰهِ إِنِّي لَأَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ وَأَتُوْبُ إِلَيْهِ فِي الْيَوْمِ أَكْثَرَ مِنْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے کہ خدا کی قسم! میں دن میں ستر دفعہ سے زیادہ خدا تعالیٰ کے حضور میں اپنی کمزوریوں سے عفو کی درخواست کرتا ہوں اور اس کی طرف جھک جاتا ہوں۔

رسول کریم ﷺ اللہ تعالیٰ کے فضل سے گناہوں سے پاک تھے نہ صرف اس لیے کہ انبیاء کی جماعت مَعْصُوْمٌ عَنِ الْاِثْمِ وَالْجُرْمِ ہوتی ہے بلکہ اس لیے بھی کہ انبیاء میں سے بھی آپ سب کے سردار اور سب سے افضل تھے۔ آپ کا اس طرح استغفار اور توبہ کرنا بتاتا ہے کہ خشیتِ الٰہی آپ پر اس قدر غالب تھی کہ آپ اس کے جلال کو دیکھ کر بے اختیار اس کے حضور میں گر جاتے کہ انسان سے کمزوری ہو جانی ممکن ہے تُو مجھ پر اپنا فضل ہی کر۔ وہاں تو یہ خشیت تھی اور یہاں یہ حال ہے کہ ہم لوگ ہزاروں قسم کے گناہ کر کے بھی استغفار و توبہ میں کوتاہی کرتے ہیں اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ رَبِّيْ مِنْ كُلِّ ذَنْبٍ وَّاَتُوْبُ اِلَيْهِ۔"

(الفضل 23 جولائی 1913ء)

"رسول کریم ﷺ نے یہ جو فرمایا ہے کہ جب میں کسی مجلس میں بیٹھتا ہوں تو ستر بار استغفار پڑھتا ہوں اس کا مطلب لوگوں نے غلط سمجھ کر یہ خیال کیا ہے کہ گویا نعوذباللہ آپ بھی گنہگار تھے۔ حالانکہ بات یہ ہے کہ رسول کریم ﷺ اپنے متعلق استغفار نہ پڑھتے تھے۔ وجہ یہ کہ چونکہ آپ کا قلب بہت ہی صاف تھا اس لئے جب آپ مجلس میں بیٹھتے تو لوگوں کے جس قسم کے حالات ہوتے ان کا اثر رسول کریم ﷺ تک پہنچتا۔ اور جب کسی کا برا اثر آپ تک پہنچتا تو آپ استغفار کرتے کہ اس میں یہ کمزوری پائی جاتی ہے۔ پھر جب دوسرے کا اثر پہنچتا تو پھر آپ استغفار کرتے۔ کیونکہ نبی کو اپنے پیروؤں کی اصلاح کا خیال ہوتا ہے اور جب کسی میں کوئی کمزوری دیکھتا ہے تو اس کا دل دکھتا ہے۔ پس رسول کریم ﷺ جو استغفار کرتے تھے وہ دوسروں کی حالت کی وجہ سے ہوتا تھا کہ خدا تعالیٰ ان کی اصلاح کر دے اور ان کی کمزوریوں کو دور کر دے۔ اور ستر بار استغفار سے مراد کثرت سے استغفار کرنا ہے کیونکہ ستر کا عدد عربی میں کثرت کے لئے استعمال ہوتا ہے نہ کہ اس کا یہ مطلب ہے کہ گن کر آپ ستر دفعہ استغفار کرتے تھے۔"

(الفضل 4 ستمبر 1922ء صفحہ 4)

استغفار کرنے کی حکمت

"جہاں آپ کی فتح کا ذکر آیا ہے وہاں ساتھ ہی استغفار کا حکم بھی آیا ہے جو آپ کو اس طرف متوجہ کرنے کے لئے تھا کہ دیکھنا ہم آپ کو بہت بڑی فتح اور عزت دینی چاہتے ہیں اور بے شمار لوگوں کو آپ کے ساتھ شامل کرنا چاہتے ہیں۔ پس یاد رکھو جب تمہارے بہت سے شاگرد ہو جائیں تو تم خدا کے حضور گر جانا اور کہنا کہ الٰہی! اب کام انسانی طاقت سے بڑھتا جاتا ہے آپ خود ہی ان نو واردوں کی اصلاح کر دیجئے۔ ہم آپ کی دعا قبول کریں گے اور ان کی اصلاح کر دی جائے گی اور ان کی کمزوریوں اور بدیوں کو دور کر کے ان کو پاک کر دیا جائے گا۔ لیکن ان سب باتوں کو ملانے سے جہاں ایک طرف یہ اعتراض مٹ جاتا ہے کہ آپ کسی گناہ کے مرتکب نہیں ہوئے وہاں دوسری طرف یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ جس وقت ایک قوم ترقی کرتی اور کثرت سے پھیلتی ہے وہی زمانہ اس کے تنزل اور انحطاط کا ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ رسول کریم ﷺ کو خدا تعالیٰ نے فتح کے ساتھ ہی استغفار کا ارشاد فرمایا ہے۔ کیونکہ کسی قوم کے بڑھنے اور ترقی کرنے کا جو وقت ہوتا ہے وہی وقت اس کے تنزل کے اسباب کو بھی پیدا کرتا ہے۔"

(انوار خلافت انوار العلوم جلد 3 صفحہ 162)

وفات پر اِنَّا لِلّٰہِ پڑھنا

"آپ کی ایک سالی زینب بنت جحش بھی تھیں ان کے تین نہایت قریبی رشتہ دار جنگ میں شہید ہو گئے تھے۔ رسول کریم ﷺ نے جب انہیں دیکھا تو فرمایا اپنے مردے کا افسوس کرو (یہ عربی زبان کا ایک محاورہ ہے۔ جس کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ میں تمہیں خبر دیتا ہوں کہ تمہارا عزیز مارا گیا ہے) زینبؓ بنت جحش نے عرض کیا یا رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ کس مُردے کا افسوس کروں؟ آپ نے فرمایا تمہارا ماموں حمزہؓ شہید ہو گیا ہے۔ یہ سن کر حضرت زینبؓ نے اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّاۤ اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡنَ پڑھا اور پھر کہا اللہ تعالیٰ ان کے مدارج بلند کرے وہ کیسی اچھی موت مرے ہیں۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا اچھا اپنے ایک اور مرنے والے کا افسوس کر لو۔ زینب نے عرض کیا یا رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ کس کا؟ آپ نے فرمایا تمہارا بھائی عبد اللہ بن جحش بھی شہید ہو گیا ہے زینبؓ نے پھر اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّاۤ اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡنَ پڑھا اور کہا اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ وہ تو بڑی ہی اچھی موت مرے ہیں۔ آپ نے پھر فرمایا زینبؓ! اپنے ایک اور مُردے کا افسوس کرو۔ اُس نے پوچھا یا رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ کس کا؟ آپ نے فرمایا تیرا خاوند بھی شہید ہو گیا ہے۔ یہ سُن کر زینبؓ کی آنکھوں سے آنسو رواں ہو گئے اور اُس نے کہا ہائے افسوس!! یہ دیکھ کر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دیکھو! عورت کو اپنے خاوند کے ساتھ کتنا گہرا تعلق ہوتا ہے۔"

(انوار العلوم جلد 19 صفحہ 57)

اَلسَّلَامُ عَلَیۡکُمۡ کہنے کی عادت

"رسول کریم ﷺ کی زندگی کے حالات پڑھ کر دیکھو کہ آپ ہمیشہ سلام کہنے میں سبقت کرتے تھے اور کبھی اس بات کے منتظر نہ رہتے تھے کہ کوئی غریب آدمی آپ کو خود بڑھ کر سلام کرے بلکہ آپ کی یہی کوشش ہوتی تھی کہ آپ ہی پہلے سلام کہیں۔ اس کے متعلق میں اس جگہ ایک ایسے شخص کی گواہی پیش کرتا ہوں جس کو آپ کی مدینہ کی زندگی میں برابر دس سال آپ کے ساتھ رہنے کا اتفاق ہوا ہے۔ میری مراد حضرت انسؓ سے ہے جن کو رسول کریم ﷺ نے مدینہ تشریف لانے پر ملازم رکھا تھا اور جو آپ کی وفات تک برابر آپ کی خدمت میں رہے۔ ان کی نسبت امام

بخاریؒ روایت کرتے ہیں عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّهٗ مَرَّ عَلٰى صِبْيَانٍ فَسَلَّمَ عَلَيْهِمْ وَقَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَفْعَلُهٗ یعنی حضرت انسؓ ایک دفعہ ایک ایسی جگہ سے گزرے جہاں لڑکے کھیل رہے تھے تو آپؓ نے ان کو سلام کہا اور پھر فرمایا کہ آنحضرت ﷺ اسی طرح کیا کرتے تھے یعنی آپ بھی جب لڑکوں کے پاس سے گزرتے تھے تو ان کو سلام کہا کرتے تھے۔

ان واقعات پر سرسری نظر ڈالنے والے انسان کی نظر میں شاید یہ ایک معمولی سی بات معلوم ہوتی ہو لیکن جو شخص کہ ہر ایک بات پر غور کرنے کا عادی ہو وہ اس شہادت سے رسول کریم ﷺ کی منکسرانہ طبیعت کے کمال کو معلوم کیے بغیر نہیں رہ سکتا۔ جیسا کہ میں اوپر بیان کر آیا ہوں امراء کے لیے اپنے سے چھوٹے آدمی کو پہلے سلام کہنا ایک نہایت سخت مجاہدہ ہے اور ممکن ہے کہ کبھی کبھار کوئی امیر ایسا کر بھی دے لیکن ہمیشہ اس پر قائم رہنا ایک ایسی بات ہے جس کا ثبوت کسی دنیاوی بادشاہ کی زندگی سے نہیں مل سکتا۔ پھر بچوں کو سلام میں ابتدا کرنا تو ایک ایسی بات ہے جس کی بادشاہ تو الگ رہے امراء سے بھی امید کرنا بالکل محال ہے۔ اور امراء کو بھی جانے دو کتنے بالغ و جوان انسان ہیں جو باوجود دنیاوی لحاظ سے معمولی حیثیت رکھنے کے بچوں کو سلام میں ابتدا کرنے کے عادی ہیں اور جب گلیوں میں بچوں کو کھڑا پاتے ہیں تو آگے بڑھ کر ان کو سلام کرتے ہیں۔ شاید ایسا آدمی جو اس پر تعہد سے قائم ہو اور ہمیشہ اس پر عمل کرتا ہو ایک بھی نہ ملے گا۔ لیکن رسول کریم ﷺ کی نسبت حضرت انسؓ جیسے واقف کار صحابی جو ہر وقت آپ کے ساتھ رہتے تھے فرماتے ہیں کہ آپ جب بچوں کے پاس سے گزرتے تھے تو ان کو سلام کہتے تھے۔ اس شہادت میں آپؓ نے کئی باتوں پر روشنی ڈالی ہے۔ اول یہ کہ آنحضرت ﷺ انکسار کے اس اعلیٰ درجہ پر قدم زن تھے کہ بچوں کو سلام کہنے سے بھی آپ کو عار نہ تھا۔ دوم یہ کہ آپ ان کو سلام کہنے میں ابتدا کرتے تھے۔ سوم یہ کہ ایک یا دو دفعہ کی بات نہیں آپ ہمیشہ ایسا ہی کیا کرتے تھے۔‘‘

(انوار العلوم جلد اول صفحہ 620-621)

اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ کو رواج دینے کا حکم

’’خدا تعالیٰ نے دو ایسے حکم دیئے ہیں جو اگرچہ شریعت کے قوانین نہیں ہیں تمدن سے تعلق رکھتے ہیں مگر ان پر بہت زور دیا گیا ہے کیونکہ ان کا اثر دین پر پڑتا ہے وہ حکم یہ ہیں:

اوّل یہ کہ جب کسی مکان میں داخل ہونے لگو تو داخل ہونے سے پہلے مکان میں رہنے والے سے اجازت حاصل کرلو۔ اگر وہ اجازت دے دیں تو داخل ہو جاؤ۔

دوم یہ کہ جب مکان میں داخل ہو جاؤ تو انہیں سلام کرو۔

پہلے حکم کے متعلق یہ اَور فرمایا کہ اگر اندر آنے کی اجازت نہ ملے تو پھر داخل مت ہو۔ رسول کریم ﷺ نے اسی کی اور تشریح فرمادی ہے۔ قرآن کریم نے کہا ہے کہ پہلے اِذن مانگو اور پھر اگر اجازت پاؤ تو مکان میں داخل ہو اور اگر اجازت نہ ہو تو نہ داخل ہو۔ اس اِذن مانگنے کی رسول کریم ﷺ نے یہ تشریح فرمائی ہے کہ یہ اِذن تین دفعہ مانگو۔ تین دفعہ کے بعد اگر اجازت نہ ملے تو واپس لوٹ آؤ۔ یہ نہیں کہ بار بار آوازیں دیتے یا کنڈی کھٹکھٹاتے رہو۔ اگر کسی کو داخل ہونے کی اجازت مل جائے تو اس کے لئے قرآن کریم نے یہ دوسرا حکم دیا ہے کہ تُسَلِّمُوْا عَلٰٓى اَهْلِهَا۔ اس کے متعلق رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَا تَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ حَتّٰى تُؤْمِنُوْا وَلَا تُؤْمِنُوْا حَتّٰى تَحَابُّوْا۔ اَوَلَآ اَدُلُّكُمْ عَلٰى شَيْءٍ اِذَا فَعَلْتُمُوْهُ تَحَابَبْتُمْ اَفْشُوا السَّلَامَ بَيْنَكُمْ کہ اسی ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ تم جنت میں نہیں داخل ہو سکتے جب تک مومن نہ ہو اور مومن نہیں ہو سکتے جب تک کہ آپس میں محبت نہ کرو۔ اور کیا میں تمہیں آپس میں محبت کرنے کی ترکیب بتاؤں؟ وہ یہ کہ آپس میں سلام خوب پھیلاؤ یعنی کثرت سے ایک دوسرے کو سلام کہو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ پھر سلام کے متعلق رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ اس کی کثرت کرنی چاہئے۔ کیوں؟ اس لئے کہ اس طرح آپس میں محبت پیدا ہوگی۔ جب کوئی دوسرے کے لئے سلامتی کی دعا کرتا ہے تو ضرور ہے کہ اس کے دل میں محبت ہو اور جوں جوں وہ زیادہ دعا کرے وہ محبت بھی بڑھتی جائے گی۔ آجکل تو بہت سے لوگ ایسے ہیں جو اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ کے معنیٰ ہی نہیں سمجھتے۔ ایسے لوگوں کے دلوں میں اگر ایک دوسرے کی محبت پیدا نہ ہو تو اَور بات ہے لیکن جو سمجھتے ہیں ان میں ضرور محبت پیدا ہوتی اور بڑھتی جاتی ہے۔ اور جب ایک انسان دوسرے کے لئے دعا کرے گا تو خود اس کے لئے بھی اور دوسرے کے لئے بھی وہ دعا بہت سے فوائد اور برکات کا موجب ہو گی۔ اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق سے بہت محبت اور پیار کرتا ہے اس لئے جو کوئی اس کی مخلوق سے محبت کرتا ہے اس سے وہ بھی محبت کرتا ہے۔ تو ایک دوسرے کو کثرت سے سلام کہنے کی وجہ رسول کریم ﷺ نے یہ فرمائی کہ تمہاری آپس میں محبت ہو گی اور آپس کے تعلقات درست ہوں گے۔ اس کا نتیجہ یہ ہو گا کہ تمہیں ایمان حاصل ہو گا اور جب ایمان حاصل ہو گا تو جنت میں داخل ہو جاؤ گے۔۔۔۔۔۔ رسول کریم ﷺ جب کسی مکان پر جا کر دستک دیتے تو اُس کے دوسری طرف منہ کر کے کھڑے ہو جاتے اور جب اندر سے کوئی آتا تو اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ کہہ کر اس کی طرف لوٹتے۔ اس طرح کرنا بھی نہایت ضروری ہوتا ہے۔ کئی مکان ایسے ہوتے ہیں کہ ایک ہی کمرہ میں تمام گھر کے آدمی ہوتے ہیں جب اس کا دروازہ کھلتا ہے تو سامنے مستورات بیٹھی ہوتی ہیں۔ اگر کوئی دروازہ کے سامنے منہ کر کے کھڑا ہو گا تو اس کی نظر ضرور اندر پڑے گی اور اس طرح بے پردگی ہو گی۔ اسی وجہ سے رسول کریم ﷺ دائیں یا بائیں طرف مڑ کر کھڑے ہو جاتے تھے۔‘‘

(الفضل 4 نومبر 1916ء)

اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ کے جواب میں وَعَلَيْكُمُ السَّلَامُ کہنا

’’اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو حکم دیتا ہے کہ وَاِذَا حُيِّيْتُمْ بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوْا بِاَحْسَنَ مِنْهَآ اَوْ رُدُّوْهَا (النساء: 87) جب تمہاری نسبت کوئی کلمہ نیک استعمال کیا جائے تو تم کو بھی چاہئے کہ اس کے قائل کی نسبت اس سے بہتر کلمہ نیک یا کم سے کم وہی کلمہ استعمال کرو جیسا کہ اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ کے جواب میں وَعَلَيْكُمُ السَّلَامُ۔ تو کیونکر ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ جو غیر محدود خزانوں والا ہے اور بہتر سے بہتر بدلہ دینے والا ہے اپنے بندوں سے اس طرح معاملہ نہ کرے وہ کرتا ہے اور ضرور کرتا ہے جیسا کہ حدیث شریف میں آتا ہے کہ جب میرا بندہ میری طرف ایک قدم آتا ہے تو میں دو قدم آتا ہوں جب وہ تیز چل کر آتا ہے تو میں دوڑ کر آتا ہوں۔‘‘

(انوار العلوم جلد 2 صفحہ 103)

انعام ملنے پر بَارَكَ اللّٰهُ اور جَزَاكُمُ اللّٰهُ کہنا

’’جب کسی نوجوان کو انعام دیا جاتا ہے تو اس کی غرض یہ ہوتی ہے کہ دوسرے نوجوانوں کے دلوں میں بھی تحریک پیدا ہو کہ وہ بھی ویسے ہی کام کریں اور دوسروں کے دلوں میں تحریک کا ثبوت اس طرح مل سکتا ہے کہ وہ اس میں دلچسپی لیں۔ یوں تو انعام دینے والا، دوسرے کے لئے دل میں بھی دعا کرسکتا ہے مگر میں نے جو طریق جاری کیا تھا کہ دوسرے بَارَكَ اللّٰهُ لَكَ فِيْهِ کہیں تو اِس کی غرض یہ تھی کہ دوسروں کے دل میں ایسے کاموں کی رغبت پیدا ہو۔ مگر انعامات کی تقسیم کے وقت باقی سب لوگ خاموش رہے ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ میری یہ ہدایت اُنہیں فراموش ہوچکی ہے۔ اُن کا فرض تھا کہ کسی کو انعام ملتا تو وہ بلند آواز سے بَارَكَ اللّٰهُ لَكَ فِيْهِ کہتے۔

دوسری عجیب بات مَیں نے یہ دیکھی ہے کہ انعام لینے والوں کو بھی یہ معلوم نہیں کہ انہیں کیا کہنا چاہئے ان میں سے بھی بعض نے بَارَكَ اللّٰهُ لَكَ فِيْهِ کہہ دیا حالانکہ انعام دینے والا کہتا ہے بَارَكَ اللّٰهُ لَكَ فِيْهِ خدا تجھے برکت دے اور اس انعام کو تیرے لئے فائدہ مند بنائے اور یہ انعام تیری آئندہ ترقیات کا پیش خیمہ ہو۔ اور انعام لینے والا کہتا ہے جَزَاكُمُ اللّٰهُ کیونکہ انعام دینے والے نے اس کو انعام بھی دیا اور دعا بھی دی۔ پس یہ اُس کے شکریہ میں دعا کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ تجھے اِس نیکی کی جزا عطا فرمائے۔ اس کی ایسی ہی مثال ہے جیسے شریعت نے یہ سکھایا ہے کہ جب کوئی شخص کھانا کھائے تو فارغ ہونے پر کہے کہ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ۔ اب یہ عقل کے بالکل خلاف بات ہو گی اگر کھانا کھلانے والا اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ کہے اور کھانے والا خاموش رہے۔ پس انعام دینے والے کے لئے مناسب فقرہ یہ ہے کہ بَارَكَ اللّٰهُ لَكَ فِيْهِ اور انعام لینے والے کے لئے مناسب فقرہ یہ ہے کہ جَزَاكُمُ اللّٰهُ یعنی جنہوں نے انعام دیا ہے اللہ تعالیٰ ان کی اِس نیکی کو قبول کرے اور اُنہیں اِس کا نیک بدلہ دے۔ پس آئندہ کے لئے یاد رکھو کہ جب انعام دینے والا بَارَكَ اللّٰهُ لَكَ فِيْهِ کہے تو دوسرے بھی یہی فقرہ زور سے کہیں تا انعام لینے والے کو محسوس ہو کہ سب نے اس کے کام کو پسند کیا ہے اور وہ بھی اس کی خوشی میں شریک ہیں اور لینے والا جَزَاكُمُ اللّٰهُ کہے تا اس کے دل میں شکر گزاری کا مادہ پیدا ہو۔‘‘

(انوار العلوم جلد 22 صفحہ 53-54)

قمر احمد ظفر۔ جرمنی

خطبہ جمعہ حضور انور ایّدہ اللہ مؤرخہ 3/ ستمبر 2021ء

بصورت سوال و جواب

سوال: حضورِ انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے خطبہ کا آغاز کن الفاظ میں فرمایا؟

جواب: گزشتہ دنوں ہمارے ایک بہت ہی پیارے بچّے اور واقفِ زندگی عزیزم سیّد طالع احمد ابن سیّد ہاشم اکبر کی گھانا میں شہادت ہوئی، اِنَّالِلّٰہِ وَاِنَّآاِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ!

سوال: حضورِ انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے سیّد طالع احمد صاحب کا واقعۂ شہادت کیا بیان فرمایا؟

جواب: 23 اور 24/ اگست کی درمیانی شب MTA کی ٹیم گھانا کے ناردن ریجن میں ریکارڈنگ کر کے Kumasi آرہی تھی کہ راستہ میں سوا رسات بجے کے قریب ڈاکوؤں کی فائرنگ سے یہ جو تین ممبر تھے ٹیم کے اِن میں سے دو، عزیزم سیّد طالع احمد اَور عمر فاروق صاحب زخمی ہو گئے۔ تقریبًا ساڑھے چار گھنٹہ کے بعد، پہلے پولی کلینک میں ان کی میڈیکل ٹریٹمنٹ ہوئی، اُس کے بعد ٹمالے بڑے اہسپتال لے جا رہے تھے تو راستہ میں سیّد طالع احمد کی وفات ہوگئی۔

سوال: حضورِ انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے UK کے حوالہ سے اِس شہادت کی بابت کیا ارشاد فرمایا؟

جواب: ایم ٹی اے انٹرنیشنل، دوسرے ملکوں میں تو شاید بعض شہادتیں ہوئی ہیں، لیکن یہاں کی پہلی شہادت تھی اور واقفین نویو کی بھی میرا خیال ہے کہ شاید پہلی شہادت ہو۔

سوال: سیّد طالع احمد صاحب کا محترمہ امۃ اللطیف بیگم صاحبہ اور میر محمد احمد صاحب سے کیا رشتہ ہے؟

جواب: نواسے کا

سوال: شہید کن کے پڑنواسے اور پڑپوتے تھے؟

جواب: حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ کے پڑنواسے اَور ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحبؓ کے پڑپوتے

سوال: سیّد طالع احمد صاحب کن کے داماد تھے؟

جواب: مرزا غلام قادر صاحب شہید

سوال: حضورِ انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے شہید کے تعلیمی کوائف کیا بیان فرمائے؟

جواب: بائیو میڈیکل سائنس میں ڈگری حاصل کی پھر جرنلزم میں ماسٹرز کیا۔

سوال: شہید نے زندگی وقف کب کی نیز مختلف دفاتر میں کام کرنے کے بعد آخر تقرری کہاں ہوئی؟

جواب: 2013ء/ پریس اور میڈیا

سوال: زندگی وقف کرنے سے قبل شہید اپنی جماعت میں کس لیول پر نیز کون کونسی خدمات بجالاتے رہے؟

جواب: لوکل لیول پر/ خدام الاحمدیہ بارٹلے پول میں تبلیغ، تعلیم، اشاعت اور اطفال کے شعبوں میں کام کیا۔

سوال: 2016ء میں ایم ٹی اے نیوز میں اپنی مکمل طور پر تقرری سے قبل شہید موصوف کن خدمات کی توفیق پاتے رہے؟

جواب: رِیویو آف ریلیجنز میں بطور ہیڈ انڈیکسنگ اور ٹیلی ایڈیٹنگ، ایم ٹی اے نیوز کے لیئے ڈاکومنٹریز بنائیں اور مزید تین یا چار ڈاکومنٹریز پر کام کر رہے تھے، ایڈیٹر طاہر میگزین کے علاوہ شعبہ اشاعت / مجلس خدام الاحمدیہ میں بھی خدمت بجا لاتے رہے۔

سوال: شہید سیّد طالع احمد نے حضورِ انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی مصروفیات پر مبنی کونسا مشہور ہفتہ وار پروگرام شروع کیا نیز آخر تک اِس میں خاص دلچسپی سے ایڈیٹنگ وغیرہ بشمول سارا کام کرتے رہے؟

This Week With Huzoor

سوال: شہید جماعتی رسائل اور میگزین میں مضامین بھی لکھتے رہے، اِس ضِمن میں حضورِ انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے بطورِ مثال کن کا تذکرہ فرمایا؟

جواب: رِیویو آف ریلیجنز اور طارق میگزین

سوال: پریس اور میڈیا آفس کے تحت شہید کو بالعموم ویسے بھی نیز بالخصوص کن کی معیّت میں مختلف ممالک کے دوروں کی توفیق ملی؟

جواب: حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

سوال: عزیزم سیّد طالع احمد صاحب میں کس غرض سے ایک غیر معمولی جوش اور جذبہ ہوتا تھا جس کے لیئے وہ کسی خطرہ کی بھی پرواہ نہیں کرتے تھے؟

جواب: اپنے کام کو ختم کرنے کے لیئے اور صرف ختم کرنے کے لیئے نہیں بلکہ معیار کے مطابق پہنچانے کے لیئے۔

سوال: شہادت سے قبل سیّد طالع احمد صاحب کو کیا فکر لاحق تھی نیز دورانِ آخری سفر آپ نے کونسا کام سرانجام دیا؟

جواب: ریکارڈنگ کی فائلز جو سلاگا سے کر کے لائی گئیں تھیں اور ٹمالے میں کی تھیں وہ کرپٹ نہ ہو جائیں، اِس لیئے سفر میں ہی اُس کو لیپ ٹاپ پر محفوظ کرنے کی بھی کوشش شروع کردی نیز مہنگا جماعتی سامان ضائع نہ ہو جائے اِس کی بھی ہر وقت فکر رہتی تھی۔

سوال: شہید کی میڈیکل رپورٹ کے مطابق کونسی چیز جان لیوا ثابت ہوئی؟

جواب: شہید کی کمر میں دائیں طرف گولی لگی تھی اور اندر دَھنس گئی تھی جس کے نتیجہ میں گاڑی میں ہی بہت سارا خون بہہ گیا تھا۔

سوال: عمر فاروق صاحب کے مطابق زخمی ہونے کے بعد جب طالع کا سر اُن کی ران پر تھا تو وہ بار بار اُن سے کیا پوچھتے تھے؟

جواب: کیا حضور کو اطلاع ہوگئی ہے ہمارے اِس واقعہ کی، دعا کے لیئے کہہ دیا ہے؟

سوال: دورانِ سفر ٹمالے ٹیچنگ اہسپتال سیّد طالع احمد صاحب نے ساتھی ٹیم ممبر عمر فاروق صاحب کو کیا کہا نیز اُن کے بیان کے مطابق تھوڑی سی ہوش آتی تو پھر وہی دہراتے اور ایسا کئی مرتبہ ہوا؟

جواب: Tell Huzoor that I love Him and tell my family that I love them

سوال: حضورِ انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے سیّد طالع احمد صاحب کی شہادت کے واقعہ کی کچھ تفصیل بیان کرنے کے بعد کیا ارشاد فرمایا؟

جواب: ایک ہیرا تھا جو ہم سے جدا ہوگیا! اللہ تعالیٰ ایسے وفا شعار، خلافت سے اخلاص اور وفا کا تعلّق رکھنے والے اور دین کو دنیا پر مقدم رکھنے والے جماعت کو عطاء فرماتا رہے۔

سوال: حضورِ انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے سیّد طالع احمد صاحب کی شہادت کے نقصان کی کیفیّت کیا بیان فرمائی؟

جواب: لیکن اِس کا نقصان ایسا ہے کہ جس نے ہلا کے رکھ دیا ہے۔

سوال: حضورِ انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے سیّد طالع احمد صاحب کو دیکھ کر نیز اَب تک ہونے والی حیرت کا اظہار کن الفاظ میں بیان فرمایا؟

جواب: اِس دنیاوی ماحول میں پلنے والے بچّے نے اپنے وقف کو سمجھا اور پھر اِسے نبھایا اور ایسا نبھایا کہ اِس کے معیار کو انتہاء تک پہنچا دیا۔

سوال: حضورِ انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے شہید سیّد طالع احمد صاحب کے خلافت سے اخلاص و وفا کے ادراک کے بارہ میں کس طرح سے روشنی ڈالی؟

جواب: خلافت سے وفا اور اخلاص کا ایسا ادراک تھا کہ کم دیکھنے میں آتا ہے بلکہ مَیں کہوں گا کہ ایسا تھا جسے بعض دین کا گہرا علم رکھنے والے بھی نہیں سمجھتے، ایسے لوگوں کا علم اُن میں تکبّر کی بُو پیدا کر دیتا ہے۔ بلکہ مَیں کہوں گا بعض وہ بھی نہیں سمجھتے جن کا خیال ہے کہ ہم خلافت کے مقام اور اِس کے وفا کے معیار کو سمجھتے ہیں۔

سوال: حضورِ انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے شہید سیّد طالع احمد کی خلافت سے وفا کی امتیازی شان کس پیرائے میں بیان فرمائی؟

جواب: اُس نے خلافت سے وفا کی اور ایسی وفا کی کہ اپنے آخری الفاظ میں جبکہ وہ موت و حیات کی حالت میں تھا اُسے خلیفۂ وقت سے پیار اور وفا ہی کا خیال تھا۔ اپنے بچّوں اور فیملی کا سب کو خیال آتا ہے لیکن ہر دفعہ، بار بار، اپنے بچّوں سے، فیملی سے، پہلے یا ساتھ خلیفۂ وقت سے پیار کے اظہار کا شاید ہی کسی کو خیال آتا ہو۔

سوال: شہید نے دو، تین سال قبل جو نظم لکھ کر اپنے دوست کو کسی کو نہ دکھانے کی تلقین پر پاس رکھنے کے لیئے دی تھی، وہ کس بارہ میں تھی نیز آغاز اور اختتام کن جذبات حقیقی سے مزیّن تھا؟

جواب: خلافت سے پیار اور تعلّق / آغاز ''خلیفۂ وقت سے سب سے زیادہ پیار کرتا ہوں''، اختتام ''خلیفۂ وقت سے جو مجھے پیار اور محبّت ہے وہ اُنہیں کبھی پتا نہیں چلے گی''

سوال: حضورِ انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مذکورہ بالا نظم کے تناظر میں شہید موصوف کو مخاطب کر کے کن جذباتِ اُلفت و محبّت سے پُر الفاظِ مبارک میں خراجِ تحسین پیش فرمایا؟

جواب: اے پیارے طالع! مَیں تمہیں بتاتا ہوں کہ تمہارے اِن آخری الفاظ سے پہلے بھی مجھے پتا تھا کہ تمہیں خلافت سے پیار اور محبّت کا تعلّق تھا، تمہارے ہر عمل سے، ہر حرکت وسکون سے، جو تمہارے ہاتھ میں کیمرا ہوتا تھا اور مَیں سامنے ہوتا تھا، تب بھی اور جب تم کیمرے کے علاوہ ملتے تھے، چاہے ذاتی ملاقات ہو یا دفتر کے کام سے، تمہاری آنکھوں کی چمک سے اِس محبّت کا اظہار ہوتا تھا، تمہارے چہرے کی ایک عجیب قسم کی رونق سے اِس محبّت کا اظہار ہوتا تھا، غرض کہ ہر طرح، تمہارے ہر عمل سے یہ لگ رہا ہوتا تھا کہ کس طرح تم اِس محبّت کا اظہار کرو جو تمہیں خلیفۂ وقت سے ہے۔ مجھے شاید ہی کسی میں اِس محبّت کا اظہار نظر آتا ہو اور گھر میں مَیں ذکر کررہا تھا کہ اَب خاندان میں نوجوانوں میں تو مجھے ایسے اظہار کا کسی میں نظر نہیں آتا، دلوں کا حال تو اللہ تعالیٰ جانتا ہے بلکہ بڑوں میں بھی شاید چند ایک میں ہی ہو۔

DAILY LONDON
ALFAZL
ONLINE

www.alfazlonline.org
@alfazlonline
@alfazlonline
ONLINE EDITION | Download on the App Store | Google play

اپنے مضامین، آرٹیکلز، نظمیں اور آراء درج ذیل ذرائع میں سے کسی ایک پر بھجوائیں
+44 79 5161 4020
info@alfazlonline.org

سوال: حضورِ انور ایدّہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اس حادثہ کی نسبت کیا دعا کی؟

جواب: میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اِس حادثہ کے بعد بہت سے اِس معیار کے پیدا کر دے۔

سوال: یہ واقعہ کب کا ہے کہ حضورِ انور ایدّہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے شہید موصوف کے متعلّق بیان فرمایا!

’’میرے دائیں طرف آ کر کھڑا ہوگیا، مَیں نہیں جانتا تھا کہ کون کھڑا ہے؟۔۔۔لیکن اِس تیرہ سالہ بچّے نے شاید اُس وقت یہ عہد کیا تھا کہ مَیں وقفِ نو ہوں اور اب مَیں نے خلیفۂ وقت کا مدد گار بننا ہے، دستِ راست بننا ہے اور پھر اس نے سالوں بعد اپنی تعلیم مکمل کر کے اِس عہد کو پورا کیا اور نبھایا اور خوب نبھایا، جرنلزم میں بھی اُس نے میرے مشورہ سے داخلہ لیا تھا اور پھر تعلیم مکمل کی اور شہید ہو کر بتا گیا کہ مَیں خلافت کا حقیقی مدد گار بنا ہوں۔‘‘

جواب: حضرت خلیفۃ المسیح الرّابع رحمہ اللہ تعالیٰ کی تدفین کے وقت جب حضورِ انور ایدّہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز مٹّی ڈالنے سے پہلے قبر کے سرہانے کھڑے تھے۔

سوال: حضورِ انور ایدّہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے سیّد طالع احمد صاحب کے حقّ میں کیا گواہی دی؟

جواب: اے پیارے طالع! مَیں گواہی دیتا ہوں کہ یقیناً تم نے اپنے وقف اور عہد کے اعلیٰ ترین معیاروں کو حاصل کر لیا ہے۔

سوال: ’’کس کس طرح وہ خلیفۂ وقت کے کے الفاظ پر عمل کرنے کی کوشش کرتا تھا اُس کا اندازہ اِس سے ہو جاتا ہے۔‘‘

اِس ضِمن میں حضورِ انور ایدّہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مُربّیان کے ساتھ ہونے والی میٹنگ میں اُنہیں براہِ راست کی گئی کس تاکیدی نصیحت کا ذکر کیا نیز اِس اِرشاد کی تعمیل میں شہید موصوف کا عملی نمونہ کیا بیان فرمایا؟

جواب: مُربّیان کو کوشش کرنی چاہیئے کہ ایک گھنٹہ کے قریب تہجّد پڑھا کریں کم و بیش تو عزیز طالع نے بعض مُربّیان کی طرح یہ سوال نہیں کیا کہ گرمی کی چھوٹی راتوں میں کس طرح اتنی جلدی جاگ کر ایک گھنٹہ کے قریب تہجّد پڑھ سکتے ہیں بلکہ اُس نے عمل کرنے کی کوشش کی۔

سوال: خاندان کی عزّت یا جسمانی رشتہ داری سے کوئی مقام نہیں ملتا، اِس ضِمن میں حضورِ انور ایدّہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے حقیقی عزّت کی کیا پُر معارف تصریح بیان فرمائی؟

جواب: اگر کوئی اُن سے عزّت کرتا ہے تو اُن کی دنیا داری کی وجہ سے نہیں ہے اور نہ کبھی ہو گی، حقیقی عزّت اِس میں ہے کہ دین کے خادم ہوں اور دین کو دنیا پر مقدّم کرنے والے ہوں ورنہ دنیا داروں میں تو کڑوڑوں لوگ اِن سے بہتر ہیں مالی لحاظ سے اور جو دنیاوی لحاظ سے بہتر نہیں اُن کے نزدیک بھی اِن کی کوئی عزّت نہیں ہے۔

سوال: حضورِ انور ایدّہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مذکورہ بالا اِرشاد کی روشنی میں خاندان کے اَفراد کو کیا تاکید فرمائی؟

جواب: اِس جانے والے سے نصیحت حاصل کریں اور اخلاص اور وفا میں بڑھیں اور جس طرح اِس وفا کے پیکر نے اپنا عہد نبھایا اور دین کو دنیا پر مقدّم کیا، باقی افرادِ خاندان بھی اِس نمونہ کو دیکھیں اور یہی چیز عزّت دلانے والی اور خدا تعالیٰ کے فضل کو حاصل کرنے والی ہے ورنہ دنیاداری اور دنیاوی خواہشات افرادِ خاندان کو معمولی سی بھی عزّت نہیں دلا سکتیں۔ کسی بزرگ کا بیٹا ہونا یا کسی بزرگ کی بیٹی ہونا کوئی فخر کا مقام نہیں اگر اپنے عمل صحیح نہیں ہیں۔

سوال: حضورِ انور ایدّہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی تحریک پر فائیو والیئم کمنٹری پڑھنے کے ضِمن میں شہید کے کس طرزِ عمل پر آپ ایدّہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے حیرت کا اظہار فرمایا؟

جواب: میرا خیال تھا کہ چند سال لگائے گا لیکن چند مہینوں کے بعد ہی آ کر اُس نے مجھے بتایا کہ مَیں نے تمام پڑھ لی ہے۔

سوال: یہ کن کا بیان ہے کہ جو کچھ مَیں نے دیکھا اُس کا خلاصہ یہ ہے اِس کا سب کچھ خلافت کے گرد گھومتا تھا؟

جواب: مکرم عامر سفیر صاحِب (ایڈیٹر رِیویو آف ریلیجنز)

سوال: شہید کی اہلیہ محترمہ صالحہ سَطوَت احمد صاحبہ کے بیان کے مطابق بچپن میں کن کا ایک واقعہ پڑھ کر کہ مالی معاملات میں اُن سے کیسا سلوک ہوتا تھا، شہید نے فوراً اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ اللہ تعالیٰ تو نے مجھے بھی اِسی طرح ٹریٹ کرنا ہے اور اُس کو پکّا یقین تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اُس کی دعا قبول کر لی ہے؟

جواب: حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل / حکیم مولانا نورالدّین صاحبؓ

سوال: شہید موصوف کے بارہ میں مندرجہ ذیل قلبی جذبات کا برملا اظہار کن کا ہے کہ ایسا نفس تھا جس کے دل میں کوٹ کوٹ کر اللہ تعالیٰ نے اپنی محبّت اور اپنے پیاروں کی محبّت بھری ہوئی تھی، ایک ایسا دل تھا کہ بچپن سے ہی رسول اللہ ﷺ کے نام اور ذکر پر اُس کے معصوم لب لرزتے تھے اور آنکھوں میں آنسو آجاتے تھے۔۔۔ اُس کی روح رسول اللہ ﷺ کی محبّت میں 14 سَو سال قبل کی مکّہ اور مدینہ کی گلیوں میں پھرتی تھی اور اِس کا جسم پیکرِ عشق تھا اُس کا اوڑھنا بچھونا، کھانا پینا، سانس لینا سب خلیفۃ المسیح کے لیئے تھا؟

جواب: والد سیّد طالع احمد صاحب / مکرم سیّد ہاشم اکبر احمد صاحب

سوال: ایم ٹی اے کا سب سے کمزور سمجھا جانے والا شعبہ کونسا تھا لیکن شہید موصوف نے اِس کمزوری کو اپنا مشن بنا لیا اور پُر اعتماد ہو کر کہتا تھا کہ ان شاء اللہ! جب کام مکمل ہو جائے گا تو لوگ اِسے بہت دلچسپی سے دیکھا کریں گے؟

جواب: ایم ٹی اے نیوز

سوال: شہید کا حالیہ دورۂ افریقہ حضورِ انور ایدّہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی کس ہدایت کے تحت نیز اِس دورہ کا پروگرام کیا تھا؟

جواب: شعبہ نیوز نصرت جہاں سکیم کے بارہ میں افریقہ جا کر ایک دستاویزی فلم بنائے / پروگرام کے مطابق پہلے گھانا جانا تھا پھر سیرالیون اور پھر گیمبیا۔

سوال: شہید سیّد طالع احمد صاحب حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ پر ایک ڈاکیومنٹری بنا رہے تھے کہ اُن کی پڑپوتی یعنی اِن کی کزن نے اِنہیں کہا کہ ابّا جان والی ڈاکیومنٹری بھی بہت اچھی بنانا، روز روز نہیں بنتی! اِس پر شہید موصوف نے اُسے کیا جواب دیا؟

جواب: میرا نہیں خیال وہ اتنی اچھی ہو گی کیونکہ وہ براہِ راست خلیفہ کے بارہ میں نہیں ہے لیکن اللہ کرے لوگوں کو پسند آ جائے۔

سوال: حضورِ انور ایدّہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے شہید سیّد طالع احمد صاحب کے اوصافِ حمیدہ کا اختتام کن الفاظِ مبارک میں فرمایا؟

جواب: آنحضرت ﷺ اور حضرت مسیحِ موعود علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کی جسمانی اور روحانی آل ہونے کا حقّ بھی اُس نے ادا کر دیا اور اُس کو بھی اللہ تعالیٰ نے ایسا لیا کہ آنحضرت ﷺ کی آل میں سے تھا تو محرّم کے مہینہ میں اُس کو بھی قربانی کے لیئے چُنا، ایک ہیرا واقفِ زندگی کا تھا جیسا مَیں نے کہا! اللہ تعالیٰ اُس کے درجات بلند سے بلند تر کرتا چلا جائے، اُمیّد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اُسے آنحضرت ﷺ کے قدموں میں جگہ دی ہو گی۔

چھوٹی مگر سبق آموزبات

اخلاص

وہ کسی کی عاجزی اور انکساری میں بھی ریاکاری کی بُو پائے اور اسے دھتکار دے۔ وہ کسی کی بے ادبی اور گستاخی میں بھی اخلاص کی بُو پائے اور اس کے ناز اٹھالے۔

مرسلہ: محمد عمر تیماپوری، انڈیا

طلوع وغروب آفتاب

21 اکتوبر2021ء	طلوع فجر	غروب آفتاب
مکہ مکرمہ	05:02	17:51
مدینہ منورہ	05:04	17:50
قادیان	05:14	17:50
ربوہ	04:54	17:30
اسلام آباد ٹلفورڈ	06:07	17:57